

رسومات محرم  
اور  
تعزیه داری



محسود احمد عباسی مرہوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ  
محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

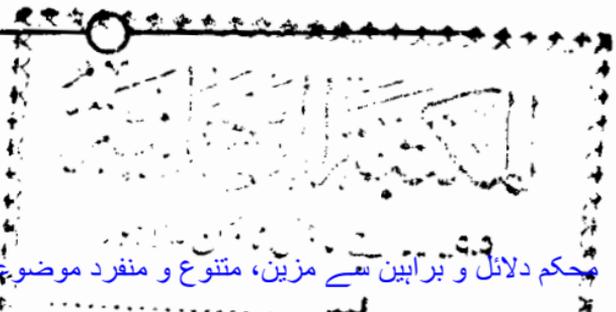
# رسوماتِ محرم اور تعزیرہ داری سے :

احادیثِ نبویہ ، احکاماتِ شرعیہ  
اقوالِ بزرگانِ دینے

اور فتاویٰ مفتیانِ شرحِ متینے  
کی روشنی میں

مع ضمیمہ  
ما تم حسین کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟

مختصر تاریخی حالات



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رسوماتِ محرم و تعزیر داری

رسوماتِ محرم و تعزیر داری اور "ما تم حسین" کے بارے میں روافض و فرقه شیعہ کے عقائد و خیالات و جذبات و اعمال جو کچھ بھی ہیں اس رسالہ میں ان سے نہ کچھ بحث ہے اور نہ کوئی تعرض و تمقید، یہ رسالہ تو محض برادرانِ اہل سنت خصوصاً سنی علوم کے اصلاح خیال اور درستی اعمال کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے۔ علمائے اہل سنت و اجماعت کراچی کے متفقہ فتاویٰ کے علاوہ جو آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ کریں گے بزرگانِ دین و سلف صالحین کے بعض ارشادات مولانا عبد الماجد صاحب دریا آباد کے رسالہ "محرم و تعزیر داری" سے جو نصف صدی پہلے شائع ہوا تھا برادرانِ اہل سنت کی مزید واقفیت و استفادہ کی غرض سے اول پیش کئے جاتے ہیں۔

مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی رسالہ "محرم و تعزیر داری" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

شریعتِ اسلام میں حادثہ کربلا کی یادگار قائم رہنے کی بابت کوئی ہدایت موجود نہیں اور نہ حضراتِ صحابہؓ و تابعین نے واقعہ کربلا کی بنا پر عاشر اور ۱۱ میں کوئی تقریب کسی قسم کی قائم کی۔ رفتہ رفتہ ہر رسالت سے جتنی دوری ہوتی گئی جہاں اور بہت سی رسوم بیرونی اثرات کی بنا پر مسلمانوں میں شامل ہو گئیں وہاں محرم کے نام سے بھی ایک خاص تقریب کا اضافہ ہو گیا اھا دیتِ نبویؐ، اسماء صحابہؓ، اقوالِ سلف صالحین کہیں سے اس روح کا پتہ تین سال سے تین سو سال تک کے زمانے میں نہیں چلتا،

البتہ یہ واقعہ تاریخوں میں درج ہے کہ ایک عباسی خلیفہ کے ایک مشہور ذمی اثر شیعہ وزیر معز الدولہ نے ۲۵۳ھ میں شہادت امام حسین کی یادگار منانے کے لئے یوم عاشورہ کو مقرر کر دیا، اسی وزیر کے حکم سے کنگنہ میں جامع مسجد بغداد پر صحابہ کرام پر تبر لکھی گئی، پس اہل سنت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عاشورہ کو بطور یوم ماتم قرار دینا ان کے ہاں کے کسی بزرگ کے حکم کی تعمیل نہیں۔ بلکہ یہ ایجاد ایک شیعہ وزیر سلطنت کے دماغ کی ہے..... اودھ میں شیعہ سلطنت چونکہ عرصہ تک قائم رہی اس لئے قدرتا پیارے کئے سنیوں کے تمدن و معاشرت میں شیعیت کے اجزاء بکثرت شامل ہوئے۔ ملور تعزیر دہلی کا رواج بھی یہاں کے اہل سنت میں بہت پھیل گیا ہے کوئی دستور جب پرانا ہو جاتا ہے تو عوام اسے اپنے مذہب و اعتقاد کا جزء سمجھنے لگتے ہیں۔ یہی صورت رسم تعزیر دہلی سے متعلق بھی ہے، جن آبادیوں میں صحیح مذہبی تعلیم نہیں پھیلی ہے اور لوگ شریعت اسلام کی صحیح تعلیم سے ناواقف ہیں وہاں قدرتا یہ رواج بہت سختی سے پھیلا ہوا ہے۔ ط

خرد کا نام جنوں پر لگیا، جنوں کا خرد

اکابر اہل سنت میں امام غزالی کا قول ہے کہ ذکر شہادت مجلس میں بیان کرنا ناجائز ہے کہ اس سے فواہ محوٰۃ بعض صحابہ کی جانب سے دل میں بغض و عناد پیدا ہوتا ہے اور تقریباً یہی رائے شاہ ولی اللہ کی بھی ہے۔ ابن حجر مکی، حضرت مجدد سرہندی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی بدعات محرم پر زور و الفاظ میں لکھا ہے اور متاخرین میں شاہ عبد الغزیز دہلوی و مولانا عبد اکئی فرنگی محلی و مولانا رشید احمد گٹوہی کے مستقل و مفصل فتاویٰ تعزیر دہلی و دیگر مراسم محرم کی شدید ممانعت میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً پچھتر علمائے موجودہ کے فتاویٰ بھی آگے ملاحظہ سے گزریں گے اس فہرست میں، دیوبند، فرنگی، محل، ندوہ، بریلی، بدالیوں، دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد دکن، بھوپال، بنگال، پنجاب سب کہیں کے علماء کرام کے اسم گرامی نظر آئیں گے۔ ان تمام فتاویٰ پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ مختلف عقائد و خیالات کے عالموں میں سے کسی ایک

صاحب نے بھی تعزیر داری اور اس کے مراسم متعلقہ کے لئے جواز نہیں دیا لیکن ناجائز لکھا ہے، لیکن لے مکروہ تحریمی اور اکثر لے حرام اور حرام مطلق اور شرک، یہ سارے اختلافات اصطلاحی ہیں بہر صورت اس رسم کے مذموم اور قابل ترک ہونے پر سب کا کامل اتفاق ہے۔ برادران اہل سنت سے التماس ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان تمام فتووں کو غور سے پڑھیں اور اگر توفیق خداوندی ساتھ دے تو ان پر عمل کریں اور اپنی بستی کے دوسرے بھائیوں کو عمل پر آمادہ کریں۔

## احادیث نبویہ تامہ و سرکوبی وغیرہ کی مذمت میں

① قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس عتامن ضرب الخدود و شق الجیوب و دعوی بدعوی الجاہلیة :

(صحیح بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماتم میں منہ پیٹا، گریبان پھاڑا اور اہل جاہلیت کی طرح واویلا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ہماری امت سے نہیں۔

دوسری روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

② انابری فمن حلق و صلق و خرق (رسالہ محرم و تعزیر داری ص ۱۲) جو اپنے بال غم میں منڈوائے، لٹوہ کرے اور کپڑے پھاڑے اس سے میں بیزار ہوں۔

③ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ النالعة

والمستمعة ؛ (البوداؤ)

لوحے جن نے پڑھے اور جس نے سنے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

④ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن السرائی (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے پر نوانی کی ممانعت فرمائی ہے۔

لعن اللہ ذار بلا منار

(۵)

(کتاب السراج بردایت خطیب)

ارشاد نبوی ہے کہ جس نے زیارت کی ایسی قبر کی جس میں نعش یعنی مردہ نہ ہو وہ ملعون ہے۔ تفریہ ایسی ہی قبر کی طرح ہے۔

(۶) من احدث حدثاً او اوی مؤعداً فاعليه لعنة الله و

الملكاة والناس لجمعين۔ لا يقبل الله منه صرفاً

ولا عدلاً (رواه الطبرانی)

جس نے کوئی نئی بات دین میں نکالی یا بدعتی کو جگہ دی پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے نہ قبول ہوگی اس سے عبادت فرض نہ لفظ۔

## بزرگان دین کے فرمواتے

(۷) ارشاد امام غزالیؒ۔

يحرّم على الواعظ وغيره رواية مقتل حسين وحكاية

ما جرى بين الصحابة من التشاجر والتخامم فانه

يهيج على بغض الصحابه والطعن فيهم وهم لعنة

الدين تلقى الائمة الدين عنهم رواية وتلقينا عنهم

فالطاعن فيهم طاعن في دينه۔

(احياء العلوم وصوائق محرقة)

واعظ ہو یا کوئی اور اس کے لئے مقتل حسین کے واقعات بیان کرنا حرام ہے

اسی طرح صحابہ میں جو باہمی مشاجرہ و تنازعہ ہوا اس کو بھی نہ بیان کرنا چاہیے

اس لئے کہ یہ باتیں صحابہ کے بارے میں بغض و طعن پر ابھارتی ہیں حالانکہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علماء ہیں ائمہ دین نے انھیں سے سیکھا ہے اور ہم نے اسے ائمہ سے حاصل کیا ہے۔ پس صحابہ پر طعن کرنے والا دراصل اپنے ہی دین سے پر طعن کرتا ہے۔

⑧ ارشاد شیخ الشیوخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

ولو جاز ان تیخذ یوم موته یوم مصیبتہ لکان یوم الاثنين اولیٰ بذلک اذ قبض اللہ تعالیٰ بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وکذا ابوبکر الصدیق قبض فیہ اور اگر یوم وفات حسینؑ کو "یوم ساتم" قرار دینا جائز ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ مقدار تود و شنبہ کا دن ہے کہ اسی روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کرائی اور اسی دن ابوبکر الصدیقؓ کی وفات ہوئی۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ : ص ۳۸)۔

⑨ ارشاد ابن حجر مکی۔

وايآه ثم اياها ان ليشتمغل في يوم عاشوراء ببدع الرافضة من الندب والنياحة والحزن اذ ليس ذلك من اخلاق المؤمنين ولذا لكان يوم وفاته اولیٰ بذلک۔

خبردار! خبردار! کہ عاشوراء کے دن رافضیوں کی بدعتوں میں کوئی مبتلا نہ ہو اور نہ گریہ و زاری آہ و بچاہ کرے نہ غم و الم کا اظہار کرے کیونکہ یہ مسلمانوں کی خصالت نہیں اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو جس دن آپ کی (مضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) وفات ہوئی وہ دن اس سلوک کا زیادہ مستحق تھا۔

⑩ ارشاد امام تیمیہؒ شیخ الاسلام

ببدعة الحزن والنوح يوم عاشوراء من الاطم والصرخ والبكاء والعطش والشتاد المرأی وما یفرضی ذلك من

سب السلفا ولعنہم حتی یسب السابقون الاولون  
 وقرأ اخیار مصرعہ (الحسین) الّتی کثیر منها کذاب  
 وكان قصده من سن ذالک فتح باب الفتنہ والفرقة  
 باین الایة (منہاج السنہ - جلد ۲، ص ۱۲۷)

عاشوراء کے دن ماتم ونوحے کی بدعت جو منہ پینے واویلا مچانے اور رونے  
 دھونے اور مٹی پڑھنے سے منانگی جاتی ہے سلف کی بدگوئی اور لعنت  
 ملامت پر حتیٰ کہ سابقون الاولون کی دشنام دہی تک لے جاتی ہے حضرت  
 حسینؑ کے واقعہ کے بیان میں بہت زیادہ جھوٹ ہوتا ہے۔ جس کسی نے  
 اس رسم کو جاری کیا اس کا مقصد امت میں فتنہ و تفرقہ کا باب کھولنا تھا۔  
 ارشاد شاہ عبدالحق محدث دہلوی

⑪

طریقہ اہل سنت اکت کہ دریں روز (عاشوراء) از مبتدعات فرقہ رافضیہ  
 مثل مذہب ولوہ و عزاد و امثال آل اجتناب کنند کہ آن نہ از داب مؤمنان است  
 والا روز وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ و آخریٰ می بود بدایں۔

(شرح سفر السعادت)

اہل سنت کا دستور یہ ہونا چاہیے کہ روز عاشوراء کو فرقہ رافضیہ کی نکالی ہوئی  
 بدعتوں مثلاً برشریہ، و ماتم و لوہ وغیرہ سے اجتناب کیا جائے کہ یہ کام مؤمنوں  
 کی شان کے لائق نہیں، ورنہ غم و الم کا سب سے زیادہ مقدار تو خود پیغمبر صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا یوم وفات تھا۔

⑫ ارشاد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

اس زمانہ میں جو خرابیاں ہمارے واعظوں میں پیدا ہو گئی ہیں ان میں  
 سے ایک خرابی ان کا نہ تمیز کرنا درمیان موضوعات وغیرہ موضوعات (کے  
 قصوں) کے ہے اور ان ہی قصوں میں کر بلا کا قصہ بھی ہے۔ (القول الجمیل)  
 ارشاد شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی۔

⑬

تغزیہ بنانا ناجائز ہے اور بنانے والا اس کا فاسق ہے (کمالات رحمانی ص ۱۳۶)  
 آپ نے مسجد میں عبادتِ خدا کا عزم کیا تو مسجد کی بخل میں تغزیہ بھی رہتا تھا  
 آپ نے جو شش شریعت میں اگر آگ لگا دی (ص ۲۳) تغزیہ داروں کے  
 بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ فاسق و جہنمی ہیں (ایضاً ص ۳۶)۔

## سابق علمائے کرام اہل سنت کے متفقہ فتویٰ

فتویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی :

① عشرہ محرم میں تغزیہ داری اور ضریح و تصویر وغیرہ بنانا جائز نہیں اس لئے کہ تغزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ زینت اور لذتوں کو ترک کیا جائے اور صورت رنجیدہ و گلین بنائی جائے یعنی سوگوار عورتوں کی طرح پٹیا جائے۔ مرد کے لئے ایسی کوئی صورت شریعت سے کہیں ثابت نہیں ہوتی اور تغزیہ داری جیسی کہ بدعت کر لے والوں نے نکال رکھی ہے، اسی طرح ضریح، تصویر، قبور اور علم وغیرہ سب بدعت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اس قسم کی بدعت نہیں جس کا مواخذہ نہ ہو بلکہ بدعتِ سیئہ ہے اور بدعتِ سیئہ کی بابت حدیث میں وارد ہے کہ دین میں نئی بات نکالنا بدترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (یہ روایت مسلم میں ہے) اور جو شخص ایسی بدعت نکالتا ہے اس کی بابت یہ حکم ہے کہ یہ بدعت اے لعنت خداوندی میں گرفتار رکھتی ہے اور اس کی عبادت فواہِ فرض ہو یا نفل مقبول نہیں ہوتی۔

② یہ تمام چیزیں یعنی تابوت و تغزیہ کی زیارت کرنا، اس پر فاتحہ پڑھنا اور مہر تیرہ کہنا اور پڑھنا یا سننا اور فریاد و نوحہ اور سینہ کو بی و ماتم ناجائز ہیں۔ کتاب السراج میں خطیب سے حدیث منقول ہے کہ فرضی مزار اور فرضی تابوت کی زیارت کرنے والوں پر خدا کی لعنت .... فریاد و نوحہ و سینہ کو بی وغیرہ سب حرام ہے، حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص پچھاڑیں کھائے یا بلند آواز سے روئے یا اپنا گریباں چاک کرے وہ ہم میں سے نہیں نیز یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اپنا منہ پیٹا یا اپنا گریباں پچھاڑا یا جاہلیت والوں کی طرح پکارا (داوایا) کیا، وہ ہم میں سے نہیں۔ (رسالہ محرم ص ۵۵ و ۵۶)

## فتویٰ مولانا عبدالحق فرنگی محلی (لکھنؤ) :

اس سوال کے جواب میں کہ تعزیر بنانا اور علم رکھنا اور سینہ کو بی کرنا اور مالیدہ و ثمرت سے ساتھے تعزیر کے رکھنا اور اس پر نذر دینا اور اس کو تبرک جان کر کھانا اور پینا اور یوم عاشورہ کو ہمراہ تعزیر کے نشتے سر جانا اور بعد دفن تعزیرے تیسرے روز سوم کرنا مثل سوم مردہ کے اور اس میں اول قرآن خوانی کرنا، اور پھر مرثیہ پڑھنا اور الاچی دلے تقسیم کرنا یہ امور واجب ہیں یا سنت یا بدعت ہیں یا حرام اور ممنوع اور انکار کرنے والا کیسا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں اور مرتب ان کا مبتدع اور فاسق ہے۔ (رسالہ محرم ص ۶۴)

## فتویٰ مولانا رشید احمد گنڈوہی :

اس سوال کے جواب میں کہ مجلس غم حضرت حسینؑ کی مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ یہ فتویٰ تحریر فرمایا کہ۔ غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرے اور غم کے رفع کرنے کا ہے، تعزیر و تسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود مصیبت ہوگا اور شہادت حسینؑ کا ذکر جمع کر کے سولے اس کے کوشاہت رافضی کے بھی ہے اور تشبہ ان کا حرام ہے۔ لہذا عقد مجلس کا درست نہیں فقط وائسرائم (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۳۷)

نیز بجواب سوال دیگر ارشاد ہوا۔

ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشاہت روافضی منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا فی الحدیث نہی عن المرأتی (الحدیث) اور خلاف روایات بیان کرنا سب البواب میں حرام ہے۔ تقسیم صدقات تجویز ان ایام میں کرنا، اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو یہ بدعت ضلالہ ہے۔ علیٰ ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا نحو ہے اور صدقہ کا طعام غمی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے۔ اس پر طعن کرنا فسق ہے۔ فقط وائسرائم : (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۴ و ۲۵)

## دیگر علماء کے فتوے :

ایک استفتاء کے ان سوالوں کے بارے میں کہ

- ① آیا تعزیرہ داری از رفتے شریعت اسلام جائز ہے ؟
- ② حضرت حسینؑ کا نام لے کر ماتم کرنا، نوجو پڑھنا، سینہ کو بئی کرنا، ضریح، براق و تاجو بنانا ان پر روشنی کرنا، علم و ذوقفقار اٹھانا، ڈھول تاشہ بجانا، سبیل لگانا۔
- ③ اور ان مراسم پر روپیہ صرف کرنا
- ④ ان مراسم کی حمایت میں مسلمانوں کا خود آپس میں لڑنا اور اس پہنگامہ وجدال کو فی سبیل اللہ سمجھنا کس حد تک درست ہے۔
- ⑤ آیا اسلام نے کسی نبی ولی کی وفات یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" قائم کرنا اور اس روز نوجو خوانی و ماتم زنی کو جائز رکھا ہے۔
- ⑥ یوم عاشورا، یوم مہارک ہے جس کے فضائل احادیث میں مروی ہیں یا یوم نجس اس پر برصغیر ہند کے جن ۷، ۸، ۹ اکابر علمائے اہل سنت کے فتاوی رسالہ محرم و تعزیرہ داری میں درج ہیں ان میں

① مولانا اشرف علی تھانوی

② مولانا محمد نذیر حسین دہلوی

③ مولانا ابو الوفاء شہناہ اللہ تہسری

④ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی

⑤ مولانا سید حسین احمد مدنی

⑥ علامہ سید سلیمان ندوی

دیگر علمائے دیوبند و بریلی و بدایون و بھوپال و بنگال وغیرہم کے فتاویٰ شامل ہیں جن میں تعزیرہ داری اور رسومات محرم کو متفقہ طور سے ناجائز و حرام بتایا گیا ہے مثلاً علمائے دیوبند نے مندرجہ بالا چھ سوالوں کے جواب میں یہ فتویٰ دیا۔

## فتویٰ علمائے دیوبند :

الجواب : ① (تعزیرہ داری) ناجائز و حرام ہے۔ فقط

② (رسومات محرم) یہ جملہ رسوم باطل و حرام ہیں۔

③ (رسومات میں روپیہ صرف کرنا) اسراف ہے اور حرام بتانا جائز ہے۔ فقط

۴) (اڑائی دنگا) ناجائز ہے بلکہ یہ رسوم مٹانے کے قابل ہے جس طرح ہوان کو مٹانے اور فی سبیل اللہ کرنا اس جنگ، وجدل کو مومنا اور مطلقاً غلط ہے۔

۵) (یومِ غم) منانا جائز نہیں رکھا بلکہ اسے سخت منع فرمایا ہے۔

۶) (یومِ عاشوراء) یومِ عاشوراء روزِ مبارک ہے اس میں روزہ رکھنا اور وسعتِ طعام میں کرنا مستحب ہے باقی رسومِ چملائی کی پابندی کرنا ممنوع ہے اور اس مبارک دن کو منجوس سمجھنا جہالت اور گمراہی ہے۔ احادیث میں اس دن کی فضیلتیں وارد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے باسے میں فرمایا ہے۔ صیام یومِ عاشوراء احتساب علی اللہ ان یکفر السیئة اللتی قبلہ فقط واللہ اعلم کتبہ (مفتی عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۱۶ صفر ۱۳۲۷ھ)

(مولانا محمد انور (شاہ) عفا اللہ عنہ)

## فتویٰ علمائے اہل سنت بریلی :

اس استفتاء کے جواب میں کہ بنا بر شوکت و دبذبہ اسلام تعزیر بنانا اور نکالنا و علم و برق وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حسب ذیلے فتویٰ دیا، دوسرے بریلوی و بدایونی علماء کے فتوے بھی اسی کے ذیل میں شامل ہیں۔

الجواب : علم، تعزیر، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور

بدعت سے شوکتِ اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیر کو حاجتِ رد یعنی ذریعہ حاجتِ ردائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے۔ اور اس سے منت ماننا اور حماقت اور نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زنا نہ وہم، مسلمانوں کو ایسے حرکات و غیالات سے باز آجانا چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (مہر) فقیر احمد رضا خان عفی عنہ (بریلی)

تعزیر بنانا بدعت، اس سے شوکت و دبذبہ اسلام نہیں ہو سکتا، مال کا ضائع کرنا، اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے خدا محفوظ رکھے۔

آمین۔ واللہ اعلم فقیر مصطفیٰ رضا خان البریلوی النوری البرکاتی عفی عنہ

فقیر حسین احمد عفی عنہ غلطی

ہذا الجواب صحیح۔

ان بدعات میں مال کا ضائع کرنا ہے۔ مسلمانوں کو پناہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مہر) محمد علی ظلمی مدرس اہل سنت بریلی۔

امور بدعت و تضيغ مال سے اتنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مہر) فقیر نواب مرزا قادری البریلوی۔

مطابق تحقیق محققین اہل سنت تعزیرہ، علم، بیرق بنانا، نکالنا درست نہیں۔  
علمائے صاحبین معتبرین نے اس کو ہمیشہ سے ناپسند رکھا ہے بالخصوص اس کا دفن کر دینا کہ  
یا سرف مال ہے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ ناجائز فعل سے اگر شوکت اسلام قصد کی جائے  
جب بھی وہ فعل جائز نہ ہوگا، ماتم کا نام ہے اور درحقیقت ہو و لوب کھیل کود اور تماشا  
ہے۔ محمد حبیب الرحمان القادری الحنفی (بدایوں)

الجواب صحیح۔ محمد عبدالمقتدر القادری مدرسہ قادریہ (بدایوں)

صحیح الجواب۔ فضل احمد الحنفی قادری غفرلہ (بدایوں)

ایضاً محمد حافظ بخش عفی عنہ

ایضاً محمد ابراہیم الحنفی القادری غفرلہ مفتی

اقول فی الجواب واللہ تعالیٰ الموافق للصواب۔

عشرہ محرم احرام میں جو امور وجہ فی زمانہ ہیں وہ خلاف کتاب الہی و سنت  
حضرت رسالت پناہی ہیں و نیز ائمہ دین و علمائے معتبرین سے سلف نے خلف تک کوئی  
ان امور کا قائل نہیں ہوا پس جملہ اہل اسلام پر لازم و واجب ہے کہ ایسے امور کے ارتکاب  
سے اتنا کریں در نہ تو اب کے بدلے سخت گناہ و عقاب کے مستحق ہوں گے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ سید دیانت حسین مدرس اول مدرسہ شمس العلوم بدایوں

فی الواقع تعزیرہ بنانا بدعت سنیہ ہے۔

پوس علی عفا اللہ عنہ (بدایوں)



## شہادت نامے پڑھنے اور مجالس محرم کی شرکت حرام ہے:

مولانا احمد رضا خان بریلوی "رسالہ تعزیر داری" میں تحریر فرماتے ہیں۔

شہادت نامے نشر ہوں یا نظم جو آج کل رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سند یا سے مملو اور اکاذیب موضوع پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا، سننا خواہ کہیں ہوں مطلقاً حرام و ناجائز ہے خصوصاً جب کہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو تو پھر اور بھی زیر قائل ہے۔ ایسے وجوہ پر نظر فرما کر امام غزالی وغیرہ ائمہ نے حکم فرمایا کہ شہادت نامے پڑھنا حرام ہے۔

محرم کی مجلسوں میں جانا، مرتبہ سننا حرام ہے۔ نیز محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے پہننا علامات سوگ اور سوگ حرام ہے۔ (احکام شریعت ج ۱: ص ۱۷۱)

علمائے اہل سنت والجماعت کراچی کے متفقہ فتوے:

استفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرح متین و علمائے اہل سنت والجماعت حسب ذیل مسائل میں:

① کیا تعزیر داری از لڑنے شریعت اسلام جائز ہے؟

② ماہ محرم کے پہلے دس دنوں میں جو مراسم عموماً پاکستان میں رائج ہیں یعنی حضرت حسین بن علیؑ کا نام لے کر ماتم کرنا، نوحے پڑھنا، سینہ کو بے کرنا، تعزیر و ضریح و روضہ تابوت بنانا، ان کی سجاوٹ کرنا، ڈھول تاشے سے گشت کرنا علم و مہندی اٹھانا، نامزد کر کے سج دھج کے ساتھ سبیل لگانا اور اس پر خوب روپیہ صرف کرنا، ان مراسم کی بابت احکام شرعی کیا ہیں۔؟

③ کیا مسلمان مرد، عورت اور بچوں کو محرم کے جلوسوں میں شریک ہونا اور جگہ جگہ اڑدھام کر کے جلوسوں کو دیکھنے کو بیٹھنا اور اپنے بچوں کو تعزلیوں اور روضوں کے نیچے سے گزارنا اور اس کو تبرک جانتا، ان ایام میں سبز اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا اور پہننا کیا شریعت اسلام میں جائز ہے؟۔

④ آیا اسلام نے کسی نبی یا ولی کی وفات یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" قائم کرنے

اور اس پر لوصہ عوانی و ماتم زنی کو جائز رکھا ہے ؟

⑤ یوم عاشورا کو حسب تفسیر احادیث و فرمان نبوی کیوں کر گزارنا چاہئے آیا یہ یوم مبارک ہے جس کے فضائل احادیث میں مروی ہیں یا یوم محسوس ہے بعض سنی بھی محرم کے ان دس دنوں میں سوگ مناتے اور اس ماہ میں شادی بیاہ نہیں کرتے اس بارے میں شریعت کے احکام کیا ہیں : بینوا تو جروا

الجواب : ① تعزیر داری شرعاً بالکل ناجائز و قطعاً حرام اور باطل محض ہے کیونکہ تعزیر داری کے معنی یہ ہیں کہ دنیاوی لذتوں اور زمینتوں کو ترک کرے ، غم و الم کی صورت بٹھنا۔ جس طرح کہ وہ عورتوں جن کے شوہر مر جانے ہیں اور وہ سوگ میں بٹھتی ہیں۔ مردوں کے لئے تو بالکل اس قسم کا سوگ انور و تے شریعت اسلام ثابت نہیں ، صرف عورتوں کے لئے دو موقع پر ثابت ہے۔ اگر شوہر مر جائے تو چار مہینہ دس دن اور اگر شوہر کے علاوہ اور کوئی رشتہ دار مر جائے تو صرف تین دن جیسا کہ حدیث شریف میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحمل لاهرأة تو من باللہ والیوم الاخران تحد علی عینت فوق ثلاثہ لیالٍ الاعلی زوج اربعہ اشھر وعشراً (رواہ البخاری) یعنی کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ اپنے کسی رشتہ دار کے مرنے پر تین دن تین رات سے زیادہ سوگ میں بیٹھے ، بجز شوہر کے اس کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ میں بیٹھے۔

حضرات شیوخ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ (۵/۵) میں بھی ہے۔ یصنع للمیت ماتم ثلاثہ ایام یوموات یعنی میت کے لئے یوم موت سے صرف تین دن رونا چاہئے۔ پس مرویہ تعزیر داری بلاشبہ بدعت سنیہ اور ضلالت ہے بلکہ بعض رسومات شرکیہ کے لحاظ سے شرک ہے۔

② یہ سب امور بدعت سنیہ ہیں اور بعض ان میں سے علاوہ بدعت ہونے کے خود بھی حرام ہیں اور بعض میں شرک کا قوی احتمال ہے۔ اس لئے ان تمام امور کا ترک کرنا ضروری اور واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ شر الامور

محدثاتہا وکحل بدعة ضلالة وروى الطبرالى عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث حدثا او اولى محدثا عليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله صرفا ولا عدلا (يعنى جس نے کوئی بات (دین میں) نکالی یا بدعتی کو جگہ دی پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے نہ قبول ہوگی ان سے عبادت فرض نہ لگے) تغزیہ کا جلوس نکالنا، اور اس کے ساتھ ان تمام ناجائز امور کا ارتکاب کرنا علاوہ بدعت ہونے کے کفار یہود کے طرز عمل کے مشابہ ہے اس لئے بھی حرام ہے اس کو غم و اندوہ کا نشان قرار دینا بھی تعجب ہے۔ حضرت حسین ابن علیؑ کا نام لے کر ہر سال محرم میں ماتم کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بخاری شریف اور شیعہ کی معتبر کتاب من لایحضرہ العقیبہ سے معلوم ہوا کہ میت کے لئے یوم موت سے فرض نین دن تک سوگ کرنا چاہیئے۔ نوحہ اور سپنہ کوئی کرنا خود شرعاً حرام ہے حدیث شریف میں ہے نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبیاحۃ (ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے) وعن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناحۃ والمستمعة یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے اور سننے والے پر لعنت فرمائی ہے) مجمع البرکات میں ہے ینکرہ للرجل تسوید الثیاب وتمزق ثیابہم للتغریۃ وتسوید الخدود والایدی وشق الجیوب وخذش الوجہ وینثر الشعور وینثر التراب علی الرؤس والضرب علی الصدر والفخذ والیقاد النار علی القبور فمن رموہ الجاہلیۃ والباطل۔ (کذافی المفردات مجوء فتاویٰ یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ انظار غم میں کپڑے پھاٹے منہ پیٹے گریبان چاک کرے، سیزہ کو بی کرے اور سر پر مٹی ڈالے یہ سب رسوم جاہلیت اور باطل ہیں) چنانچہ تغزیہ، صتریح، روضہ اور تالوت بنانا، انکی سجاوٹ کرنا، ڈھول تاشے سے ان کی گشت کرنا، علم و مہندی اٹھانا یہ تمام امور

بت پرستی اور شرک میں داخل ہیں۔ ان میں تصویر بنانی جاتی ہے جس کی حرمت محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی سخت وعید احادیث میں مذکور ہے۔ تخریہ تمثال اور نقل ہے، روضہ ہنوت حسینؑ کی صں کے متعلق ہنوت شیعہ کی معتبر کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب نواذر میں امیر المؤمنین (حضرت علیؑ) سے منقول ہے من جد دقبراً او مثلہا او مثل مثلہا لا یقعد خرج عن الاسلام (یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ صں نے از سر نو قبر تمثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) سبیل لگانا فی لفظہ جب کہ خاص دنوں اور مہینے کی تخصیص نہ ہو اور نہ کسی کے نامزد کی جائے اور سادگی کے ساتھ لگائے تو جائز اور کار ثواب ہے۔

لیکن نامزد کر کے تقرب کی نیت سے سج و حج کے ساتھ سبیل لگانا اور اس پر خوب روپیہ صرف کرنا اور محرم کے پہلے دس دنوں میں سبیل لگانے کو اور ایام سے زیادہ ثواب سمجھنا جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور ما اهل لغیر اللہ میں داخل ہے اور اس میں خوب روپیہ صرف کرنا اسراف بے جا میں داخل ہو کر گناہ ہے۔

(۳) تخریہ داری جبکہ قطعاً حرام اور باطل محض ہے اور اس میں تمام رسوم قبیح ترین سے بدلت اور شدید ترین محصیت ہیں اور بے شمار وعیدین احادیث صحیحہ میں موجود ہیں تو مسلمان مرد و عورت اور بچوں کو ان جلو سوں میں شریک ہونا اور جگہ جگہ اتر دھما کر کے جلو سوں کو دیکھنے کے لئے بیٹھنا قطعاً ناجائز، حرام اور سخت گناہ ہے اور اپنے بچوں کو تخریہوں اور روضوں کے نیچے گزارنا اور اس کو متبرک جاننا شرک اور بدترین گناہ ہے، حدیث میں دیکھنے والوں پر لعنت آئی ہے، چنانچہ کتاب السراج میں خطیب کی روایت ہے لعن اللہ من ذار بلا ہزار ولعن اللہ من ہنذار مشبہاً بلا روح یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جس نے زیارت کی بلا نزار کے اور لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جس نے زیارت کی جسم بے جان کی تخریہ بھی جسم بے جان بلا نزار ہے۔ محرم میں سبز یا سیاہ رنگ کے کپڑوں کے پہنے یا پہنانے کو ضروری سمجھنا قطعاً ناجائز ہے ہنوت شیعہ کی کتاب مرمے لایحضرہ الفقیہ میں سیاہ رنگ کے کپڑوں کے بارے میں ہے کہ سئل الصادق عن الصلوۃ فی القلنسۃ السوداء فقال لا

تصل فیہا فانہا لباس اهل النار وقال امیر المؤمنین فیہا علم

بہ لاصحابہ لا تلبسوا السولافانہ لباس فرعون (۶۵) یعنی حضرت صادق سے پوچھا گیا کہ سیاہ قلمسویں کرنا زبردستی فرمایا کہ ان میں نماز پڑھنے پر گزرتا ہے اس لئے کہ وہ دوزخیوں کا لباس ہے اور فرمایا امیر المؤمنین نے کہ صحابہ کو یہ تعلیم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) دی کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا ہے۔

④ اسلام نے کسی نبی یا ولی کی وفات پر یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" مقرر کرنے اور اس پر نوحہ خوانی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ برعکس ان افعال پر وعید شدید آئی ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت پر سالانہ یوم غم مقرر کیا؟ نہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سالانہ "یوم غم" مقرر کیا، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ غم منائے

⑤ یوم عاشوراء مبارک دن ہے اسی میں نوح علیہ السلام کو طوفان سے رہائی ہوئی، اور اسی دن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فوج اور دشمن کی غرق یابی ہوئی ابتداء اسلام میں اس دن کا روزہ فرض تھا مگر بعد وفات رمضان منسوخ ہو کر نفل اور موجب ثواب ایک سال کے روزوں کا باقی رہ گیا اس کے فضائل کتب احادیث میں موجود ہیں، اس میں روزہ رکھنا موجب ثواب اور رضامندی خداوندی ہے جو شخص اس کے فضائل جاننے کے بعد بخش قرار دے سخت عاصی و گناہگار ہے اس دن روزہ رکھنا چاہئے نہ اس لئے حضرت حسینؓ نے اس روز شہادت پائی بلکہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورؐ نے دسویں محرم کو روزہ دار یہودیوں سے دریافت فرمایا تھا کہ تم لوگ اس روز کیوں روزہ رکھتے ہو تو یہودیوں نے فضل اور شرف موسیٰ علیہ السلام کا بیان کر کے کہا کہ یہ سب شرف آج ہی کے دن ملے تھے اس وجہ سے روزہ رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کو خصوصیت زائد ہے یہ نسبت تم لوگوں کے

خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر سال زندہ رہا تو نوے کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اس دن میں گنجائش اور مقدور کے موافق کھانے میں اہل و عیال پر وسعت کرنی چاہیئے تاکہ تمام سال فراخی ہو۔ ان دنوں سنتوں کو سوگ منانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اس مہینے میں شادی بیاہ کرنا بلاشک جائز ہے۔ شریعت

میں اس کی کسی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ **واللہ اعلم وعلماؤم**  
 محترم العباد: محمد صابر غفرلہ۔ نائب مفتی دارالعلوم کراچی علامہ نانک وارہ  
 ۱۲/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح: مفتی حسن لونجی غفرلہ مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی رہ

الجواب صحیح: حق والحق احق بالحق (مولانا) محمد اکمل غفرلہ

مفتی دارالافتاء، جیکب لائن کراچی  
 ۱۸/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح (مولانا) اختتام الحق تھا لوی دارالافتاء مدرسہ اشرافیہ جیکب لائن کراچی

الجواب صحیح (مولانا حافظ) محمد اسمعیل غفرلہ، ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ کھڈہ کراچی

الجواب صحیح (مولانا) محمد سلیم اللہ خان، شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔

الجواب صحیح (مولانا) عبدالحکیم عفی عنہ مدرس مدرسہ دارالسلام بزنس روڈ کراچی۔

الجواب صحیح فماذا بعد الحق لا الضلال (مولانا) محمد یوسف کلکتہ والے

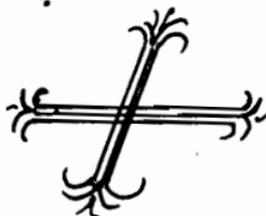
شیخ الحدیث بحر العلوم سعودیہ کراچی

الجواب صحیح (مولانا) عنایت اللہ، مدرس جامعہ فاروقیہ کراچی

الجواب صحیح (مولانا) عبدالرشید خطیب جامع مسجد فاروقی ڈرگ کالونی کراچی

الجواب صحیح (مولانا) محمد عظیم الدین عفی عنہ جامعہ فاروقیہ ڈرگ روڈ کراچی

الجواب صحیح قاضی سید صادق اللہ ندوی کراچی



# ماتم حسینؑ کی ابتدا

شیعوں کی مورخین و مصنفین سب ہی کا متفقہ بیان ہے کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد ۳۵۲ھ میں ایرانی نسل اور مذہب امیر الامراء معز الدولہ دہلی نے جو وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز تھا اپنے حکم سے ”ماتم حسین“ کی ابتدا بغداد میں اس زمانہ میں کی تھی جب بسبب طواف الملوکی سلطنت ضعیف تھی۔ مورخ ابن کثیر ۲۵۲ھ کے حالات و کوائف کے ضمن میں لکھتے ہیں (المبادیہ والنہایۃ ج ۱۱ ص ۲۲۲)

۳۵۲ھ۔ اس سال ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو معز الدولہ نے (خدا اس کا برا کرے) یہ حکم دیا کہ بازار سارے بند رہیں، عورتیں ماتمی لباس کبیل کا پہن کر چہرے اپنے کھولے بال بکھرے نکلیں اور منہ اپنے پیٹتی ہوتی ”حسین بن علی بن ابی طالب“ کا بازاروں میں ماتم کرتی پھریں۔

ابن اثیر مؤرخ کا بھی یہ تغیر الفاظ ہی بیان ہے (کمال ابن اثیر ج ۲: ص ۱۹) ”معز الدولہ نے ۱۰ محرم ۳۵۲ھ کو عام حکم دیا کہ دکانیں شہر کی بند کر دی جائیں، بازاروں میں خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے، لوگ نوٹے چڑھیں، کبیل کا ماتمی لباس پہنیں، عورتیں بال سر کے بکھرے، گرمیان چاک کئے، منہ پر دو تہتر مارتی ہوتی ”ماتم حسین“ میں شہر بھر کا چکر لگائیں۔“

مورخ ابن خلدون بھی ”ماتم حسین“ کی ابتدا کے بارے میں یہی کچھ لکھتے ہیں۔ (کتاب ثانی جلد ہشتم اردو ترجمہ ص ۲۶۳)

۳۵۲ھ۔ سنہ آئینہ (۳۵۲ھ) میں یوم عاشورا (دسویں محرم) کو بغرض اطہار غم حسین معز الدولہ نے یہ عام حکم صادر کیا کہ سب دکانیں شہر کی بند کر دی جائیں،

کسی چیز کی بیع و شرانہ کی جائے ، باشندگان شہر و دیہات ماتمی لباس پہنیں۔  
 طانیہ لوصہ و بین کریں ، عورتیں کھلے بالوں اور چہرے اپنے سیاہ کئے ہوئے نکلیں ،  
 اس طرح پرکہ ”ماتم حسین“ میں کپڑوں کو اپنے پھاڑ ڈالا ہو اور خساروں کو طمانچوں  
 سے لال کر لیا ہو۔

”شیعوں نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی۔ اہل سنت دم زمار سکے کیونکہ زمام  
 حکومت شیعہ کے ہاتھ میں تھی۔ اگلے سال ۱۹۵۲ء ہجری میں پھر اس رسم کا اعادہ کیا گیا ،  
 اہل سنت برداشت نہ کر سکے۔ ماہین ان کے اور شیعہ کے فتنہ و فساد برپا ہو گیا بہت  
 خونریزی ہوئی اور مال و اسباب لوٹا گیا۔“

شیعہ مورخین نے بھی ”ماتم حسین“ کی ابتداء ۳۵۲ھ ہجری سے ہونا بیان کی ہے  
 جسٹس امیر علی شیعہ نے اپنی دونوں تالیفات ”اسپرٹ آف اسلام اور تاریخ عرب“  
 (ہسٹری آف ایرینز) میں اسی واقعہ و تعقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-  
 معز الدولہ نے جو مسلکاً شیعہ تھا ، حادثہ کربلا کی یادگار کے طور پر دسویں محرم  
 ”ماتم حسین“ کا دن مقرر کر دیا تھا۔

”تلخیص مرقع کربلا“ کے شیعہ مؤلف نے یہی لکھا ہے۔ (صفحہ ۷۸)  
 ”معز الدولہ پہلا حاکم مذہب شیعہ کا تھا جس نے بیوم عاشوراء بازار بند کر دیا  
 نان بائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ عورتیں سر کھولیں راستوں میں  
 نکلیں اور رسم ”ماتم حسین“ کریں۔“

زمانہ حال کے شیعہ مصنف و مورخ شاکر حسین نقوی معز الدولہ کو ”ماتم حسین“  
 کا موجد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (مجاہد اعظم ص ۳۳)

”سلطنت بغداد کے ضعف پر دہلی خاندان بویہ کو عزت ہو تو ۳۵۲ھ ہجری میں  
 معز الدولہ دہلی کے حکم سے بغداد میں حسین مظلوم کا عزا نہر ماتم منایا گیا اور یہ پہلا موقع تھا  
 کہ اس طرح بہ تغیر نوعیت آزادانہ مجلس عزاء قائم ہوئی ، یہ رسم بغداد میں کئی برس  
 جاری رہی۔“

القرض یہ حقیقت ثابتہ ہے اور ناقابل انکار۔ کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد ”ماتم حسین“ کی رسم ایجاد ہوئی جو کسی قریشی ہاشمی، علوی و حسینی یا کسی عربی النسل نے نہیں کی بلکہ ایرانی نسل کے شیعوں نے اپنے سیاسی مفاد سے اس رسم کی بنیاد ڈالی، اس سے قبل نہ کسی اسلامی ملک میں اس کا وجود تھا اور نہ حضرت حسینؑ کے قریبی عزیزوں اور اہل خاندان نے جو اس حادثہ کربلا کی حقیقت اور نوعیت سے بہ نسبت غیروں کے زیادہ واقف تھے نہ مدینہ اور مکہ میں کبھی یہ غیر اسلامی رسم ادا کی اور نہ ملک عرب کے باشندوں نے کبھی ”یوم غم“ منایا اور نہ مرد و زمانہ آج تک اس رسم کا جو پیشتر وضعی داستان پر مبنی ہے ملک عرب میں رواج ہوا ”ماتم حسین“ کے علاوہ بنی بوہیہ کے زمانہ عربوں میں شیعوں کے فرقہ وارانہ تنظیم کی چونکہ بنیاد ڈیڑھی اس لئے ان کا تعارف جملاً ضروری ہوا۔

## بنی بوہیہ

مورخین کا بیان ہے کہ علاقہ طبرستان کے ایک ایرانی شیعوں بوہیہ نام شخص کے جسے ایران کے قدیم بادشاہ بہرام گورہ کی نسل کا بتایا جاتا ہے۔ تین بیٹے احمد (مغز الدولہ) علی (عمالدولہ) اور حسن (رکن الدولہ) تھے۔ ان کا باپ بوہیہ بقول مورخ ابن کثیر گردش روزگار سے حد درجہ مفلس و نادار تھا۔ یادری بخت اور حسن الفاق سے اس کے تینوں بیٹے اس علاقے کے مقامی رئیس ماکان کے متوسلین میں شامل ہو کر فوجی دستور کی کمان کر لے گئے اور رفتہ رفتہ انھیں فوجی قوت بڑھا کر ایران کے بعض علاقوں پر تسلط جملانے کا موقع مل گیا ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور غزائم کو دیکھ کر ۳۳ھ میں عباسی خلیفہ نے اسے القاب کے ساتھ جو ادرزح میں انھیں وزارتِ عظمیٰ و امیر الامرائی کا منصب جلیل عطا کر کے کاروبار مملکت میں ذخیل اور بااختیار کر دیا، یہ لوگ اور ان کے فوجی سب شیعی تھے۔ مغز الدولہ نے پہلے تو یہ چاہا کہ عباسی خلیفہ کو فوجی قوت سے معزول کر کے کسی علوی کو تخت خلافت پر متمکن کرے مگر اس کے کسی مشیر نے سمجھایا کہ تم اپنے فوجیوں کی مدد سے یہ کام تو ضرور کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمہارے شیعی فوجی بھی عباسی خلیفہ

کو جائز خلیفہ نہیں مانتے۔ لیکن کسی علوی کو خلیفہ بنا دیا اسے پھر کبھی معزول نہ کر سکیں گے۔ تمہارے فوجی اس کام میں تمہارا ساتھ نہ دے۔ سکیں گے۔ کیونکہ علوی کو وہ جائز خلیفہ جانتے ہوں گے۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اس خیال سے باز رہا۔ مگر اس کے اکیس سالہ زمانہ حکومت میں بقول مؤرخ ابن کثیر رضی و شیعہ کو اس کی پشت پناہی سے بغداد میں بہت فروع ہوا (اظهار للرض و نضر علیہ۔ البیہ)

چنانچہ "ماتم حسین" کی رسم ایجاد کرنے کے علاوہ معزولہ وہی "سعید غدیر" کا بھی موجود ہے۔ اسی سال اسی کے حکم سے شہر کے بازار آراستہ ہوتے، چراغاں کیا گیا۔ اور آتش بازی چھوڑی

## عمید غدیر

گئی اور یہ سب کچھ مظاہرہ مصنوعی شادمانی کا محض اس بے اصل اور خیالی بات کی یاد گاری رسم قائم کرنے کی خاطر کیا گیا کہ بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مدینہ واپس تشریف لاتے ہوئے اثناء راہ ایک برساتی طلیا غدیر خم پر ٹھہر کر صرف انہی قلیل التعداد اشخاص کے سامنے جو ہمراہ تھے اپنے سب سے چھوٹے داماد حضرت علیؑ کے جانشین بنانے جلنے کا اعلان فرمادیا تھا۔ مگر بعد میں اس مفروضہ جانشینی کا علماً ظہور نہ ہوا۔ کیونکہ بقول مکذوبہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی خلاف درزی کر کے استغیثہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں اپنی خلافت کی بیعت لے کر حضرت علیؑ کا مفروضہ حق غضب کر لیا، پھر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ بھی خلیفہ ہو کر اسی طرح غضب کرتے رہے۔ لیکن لطف تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے نہ کبھی نہ عوامہ حق کا دعویٰ کیا اور نہ اس کے لینے کے لئے کوئی ہنگامہ برپا کیا بلکہ تینوں خلفاء سے یکے بعد دیگرے بیعت کی حضرات شخصینؓ سے تو انہیں ایسی محبت و عقیدت تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ کو حبالہ عقد میں لاکران کے فوراً سالہ فرزند کی شہادت سے پرورش کی اور حضرت عمرؓ کی تربیت میں نوردیدہ ام کلثوم کو دیوڑھتہ محبت کو اور استوار کیا اپنے بیٹوں کے نام بھی ان حضرت کے ناموں پر رکھے۔ ان کی ایک ایک کے لہجے سے جو بنی حنیفہ سے تھیں جو فرزند تولد ہوا اس کا نام غایت عقیدت سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر محمد

رکھا۔ دوسرے فرزند کا نام اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے نام پر عباسؓ، تیسرے کا نام حضرت ابو جبرؓ کے نام پر ابو جبر رکھا۔ چوتھے کا نام حضرت عمرؓ کے نام پر عمر، پانچویں بیٹے کا نام حضرت عثمانؓ کے نام پر عثمان رکھا۔ یہ مبارک نام خاندانِ علیؓ میں ایسے محبوب سے کہ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علیؓ (زین العابدین) نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا اور ان کے متعدد پوتوں کے نام بھی عمر رکھے گئے۔ ان ہی خفاقی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ اعلانِ جانشینی کی کوئی اصلیت تھی اور نہ کبھی اپنی خاندان کے اس سے بے حقیقت بات کا کوئی مشن منایا۔ غرضیکہ ”ماتم حسین“ اور ”عیدِ بزرگوار“ کی رسموں کی ایجاد بنی بویہ نے اپنے سیاسی مقاصد سے کرائی اور انہی مقاصد سے عراق میں روافض و شیعہ کی تنظیم جداگانہ فرقہ کی حیثیت میں کی گئی انہی کے زمانہ میں شیعوں کے مذہبی کتب احادیث الکافی وغیرہ کی تدوین ہوئی، انہی کے عہد میں مذہبی اعمال نماز روزہ وغیرہ تک کی جزئیات میں فرق و امتیاز پیدا کیا گیا اذان میں

اے حضرت علیؓ کے یہ فرزند جو محمد بن اکثفہؓ کہلاتے علمِ فضل میں اپنے سب بھائیوں سے افضل تھے خود فرماتے ہیں کہ میرے یہ دو بھائی حسنؓ و حسینؓ بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لہن سے ہونے کے مجھ سے بزرگیں مگر ان کا علمِ ہنہما (قاموس زرنگی) میں دونوں سے علم میں برتریوں، حادثہ کربلا کے کچھ دن بعد دمشق گئے اور امیر یزیدؓ کے پاس مقیم رہے اور ان کے شب و روز کے حالات سے مکاتفہ واقفیت حاصل کی، مدینہ میں جب حضرت ابن الزبیرؓ کے طرفداروں نے بغاوت کی آگ بھڑکانے کے پروپیگنڈے میں امیر المؤمنین یزیدؓ پر بہتان تراشے حضرت حسینؓ کے ان بھائی حضرت محمد بن اکثفہؓ نیک صفات خلیفہ کی حمایت میں ان بدگوئیوں پر طے بھرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں خلیفہ یزیدؓ کے پاس مقیم رہا ہوں، میں نے تو ان میں سب اچھی ہی باتیں باتیں ہیں، وہ اپنے اعمالِ مذہبی نماز وغیرہ کے پابندی نیک کاموں میں سرگرم رہتے ہیں مسائلِ فقہ پر کلام کرتے ہیں تم لوگوں کو چھوٹے الزام تراشتے خدا کا خوف بھی نہیں۔

حتیٰ علوٰ خیر العمل کا اضافہ ہوا۔ سب صحابہ پر تبرّاً کا اعلان یہ ارتکاب کیا گیا۔  
**مشہد علی و مشہد حسین**؛ مزار الدولہ کے بھتیجے عہدہ الدولہ نے اپنے زمانہ حکومت میں ”ماتم حسین“

اور ”عید غدیر“ کی رسموں کو دوامی حیثیت دینے کی خاطر شیعہ فرقے کیلئے عراق میں دو متبرک مقام ایک نجف میں ”مشہد علی“ ۶۶۹ھ میں (یعنی حضرت علیؑ کی وفات کے سوا تین سو برس بعد) اور دوسرا ”مشہد حسین“ ۶۱ھ (حادثہ کربلا کے تین سو دس برس بعد مفروضہ قبروں پر اس پنج سے قائم کرائے گئے کہ شیعہ وروافض کی عقیدت مندانہ کشش ان زیاتوں کے لئے جو بنی بویہ کے علاقے حکومت میں تھیں اماکن مقدسہ مکہ و مدینہ سے کہیں زیادہ ہوتی جاتے جو ان کے علاقے سے باہر تھیں، حضرت علیؑ کی قبر تو شروع ہی سے نامعلوم رہی۔ قاتلانہ حملہ ان پر مسجد کوفہ میں ہوا تھا اور مسجد کوفہ ہی کے قریب میں جیسا کہ قدیم مؤرخین ابن قتیبہ و ابن جریر طبری و دیگر مؤرخین کی تصریحات سے ثابت ہے ان کی تدفین ہوئی تھی اور ان کے صاحبزادوں نے میت کو تابوت میں رکھ کر اس نیت سے پھر ذاک کیا تھا کہ مدینہ واپس جلتے ہوئے اسے لیجا کر اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کریں گے۔ چنانچہ بوقت روانگی مدینہ جب کثیر رقوم خزانہ حسب شرائط صلح صندوق میں رکھ کر اونٹوں پر بار کرائیں صندوق تابوت کا جس اونٹ پر لدا تھا بنی طے کے علاقے سے گزرتے ہوئے بوقت شب ایسا گم ہوا کہ پھر کچھ پتہ نہ چلا، میت مدینہ پہنچ جاتی تو وہیں حضرت علیؑ کا مزار ہونا اور کوفہ سے منتقل نہ ہوتی تو مسجد کوفہ ہی کے پاس جہاں تدفین تابوت کی ہوتی تھی۔ قبر ہوتی۔ کوفہ سے کوسوں دور نجف میں قبر کی دریافت اور سوا تین سو برس بعد اس پر مشہد کی تعمیر ایک دلچسپ افسانہ ہے۔ (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تحقیق سید و سادات) حضرت علیؑ کی قبر کے نامعلوم رہنے ہی کی وجہ ہے کہ عقیدت مندوں نے بلخ وغیرہ بیسیوں مقامات پر مفروضہ قبریں ان کے نام کی قائم کر کے جلب منفعت کا ذریعہ بنا رکھی ہیں اور ایسے ہی کراچی میں اب چند سال سے ایک مجبور اسحاق قبر کو ان کی نسل کے ایک

ایسے شخص سے منسوب کرنے کا ٹوڈرامہ کھیلا جا رہا ہے جو کراچی کوئی ہزار میل دور کابل میں قتل ہو گئے تھے۔

”مشہد حسین“ کی تعمیر بھی جو حادثہ کربلا سے تین سو دس برس بعد بنی بونہ نے اسی حالت میں تعمیر کرائی کہ کسی قبر کا نشان تک وہاں باقی نہ رہا تھا اور سو برس سے زیادہ عرصہ تک تو وہاں زراعت بھی ہوتی رہی تھی۔ ان دونوں مشہدوں کی تعمیر ایسے سیاسی مقاصد سے کی گئی کہ جارحانہ شیعیت کو اس سے بہت فروغ ہوا۔

بنی بونہ ہی کے زمانہ میں تبر اور بدگوئی کے علاوہ

## تبر اور بدگوئی

لہ قیام پاکستان کے چند سال بعد تک کلفٹن پر یہ قبر خراب و خستہ پڑی تھی کسی شخص نے جب منقبت کے پیش نظر درست کر کے طرح طرح کی متبذل دروغ بافیوں سے عبداللہ الاشرکہ ولد محمد الارقط۔ حسنی کا مدفن بتلنے کے لئے مقامی اخبارات میں وقتاً فوقتاً مضمون شایع کرانے شروع کر دیے۔ عبداللہ الاشرکہ کو خلافت عباسیہ کے باغی کی حیثیت سے اہل ہجرت میں نواح کابل میں قتل ہو گئے تھے ان ہی کے حسنی خاندان کے مستند مورخ اور نساب مؤلف عمدة اللطالِب فی النساب آل ابی طالب نے صراحتاً لکھا ہے کہ یہ کابل کے علیج نامی پہاڑ پر سرکاری سپاہیوں سے ٹکھڑ میں جو انھیں بے گرفتار کرنا چاہتے تھے قتل ہو گئے تھے، کابل کے قیام میں انھوں نے لیب خانوں سے نکاح کر لیا تھا جس سے ان کے بیٹا ہو اپنے باپ کے نام پر محمد نام رکھا، بونہ کابل میں پیدا ہونے کے محمد الکابلی کہلایا ایسی نسبت سے ان کا نام کتب تاریخ و النساب میں درج ہے۔ ان محمد الکابلی کے ہم عصر مؤلف کتاب نسب قریش نے ذاتی واقفیت سے ان کے باپ عبداللہ الاشرکہ کے کابل میں قتل ہونے اور ان محمد الکابلی کے وہاں پیدا ہونے کا تذکرہ کیا ہے ابن حزم نے بھی جمہور النساب میں یہی لکھا ہے کہ جو شخص نواح کابل کے پہاڑ پر قتل ہوا اس کی لاش کلفٹن پر دفن ہونا بھونڈی کذب بیانی ہے۔ پھر اس کی تائید میں اجرت پر مضمین لکھو اگر اخبارات میں شایع کرانا اور بھی شرمناک فعل ہے۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تحقیق سید و سادات ص ۵۵ و ۵۶۔

(مؤلف کے)

اقدامات کئے گئے بغداد کی مسجدوں پر رات میں حضرت معاویہؓ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک ناموں پر لعنت کے الفاظ لکھے گئے "محمد و علی غیر البشر" وغیرہ کے کتبے اوڑھائے ہوئے، سیفیہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کو یہ کہہ کر قتل حسین کا سبب اصلی قرار دیا گیا اور گڈوٹوں جانشینوں کے عہد خلافت میں حضرت معاویہؓ اور بنی امیہ کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تھا، چنانچہ کسی شیعوں نے اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے

چہ خوش گفت کسے اس لطیفہ

کہ کشتہ شد حسین اندر ثقیفہ

پاکستانی شیعوں کے زخموں میں بھی یہی کچھ کہا جاتا ہے

یابنی البعدترے باغی مسلمان ہوئے      قاتل آل نبی تارک قرآن ہوئے  
کون کہتا ہے کہ مارے گئے کرہل حسینؑ      سچ تو یہ ہے کہ سیفیہ ہی میں سجان ہوئے

یہ تاریخی حقیقت ناقابل انکار ہے کہ جنی جوئیہ کے "ماتم حسین" کی ایجاد ہی اس سیاسی مقصد سے کی ہے کہ جارحانہ شیعیت کی فضا عراق میں ایسی پیدا ہو کہ وہ اپنے سیاسی اقتدار کو مستحکم کر سکیں "مجاہد اعظم" کے شیعوں مولف بھی تہرے اور بدگوئی کے علانیہ اقدام کو نبی بوریہ سے منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں صلا ۲۷ "دیلی خاندان (بنی بوریہ) کو بغداد میں عروج ہوا اس وقت سے شیعوں نے بطور انتقام یہ طریقہ

(تہرے و بدگوئی کا) اختیار کیا پھر شیعوں میں اس کا ایسا رواج ہوا کہ جو اس تک کم و بیش جاری ہے، حالانکہ یہ ان کے پیشوایان دین کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے نبی بوریہ کے زمانے میں ماتم حسین و عید غدیر کے دوران سب صحابہ و تبرا بازی سے جو فو زری فسادات شیعہ سنی میں بار بار ہوتے ہے۔ مورخین نے قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا، علامہ ابن کثیر نے ۲۲۳ھ کے وقائع کے سلسلے میں بغداد کے روافض اور اہل سنت کی شدید خانہ جنگی کے تذکرے میں جو کئی ہفتے جاری رہی اور یقین کے بہت سے آدمی مارے گئے لکھا ہے کہ یہ فتنہ شہر بغداد کے علاوہ بیرونجات میں

بھی اس حد تک پھیل گیا تھا کہ مذہبی جنونیوں نے فریقین کے اکابرین اور ائمہ کے مقبرے تک جلا ڈالے تھے۔

## بنی بویہ کا خاتمہ اور روافض کی قلابازی :

مندرجہ بالا شرمناک واقعہ کے چند ہی سال بعد بنی بویہ کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، ان کی جگہ سلجوقیوں نے جو مسلکاً اہل سنت تھے انتظام مملکت کی سند علیہ عباسی سے حاصل کر لی۔ ماتم حسین و عمیر غدیری کی رسموں اور سب صحابہ کی قطعی ممانعت ہو جانے سے بغداد کے روافض نے اپنی تقیہ باز حیثیت کے اعتبار سے اپنے رویہ میں یک لخت تبدیلی کر لی۔ ۴۲۶ھ کے کوائف میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

”اس سال رافضیوں نے اذان میں حی علی خیر العمل کہنا ترک کر دیا اور اپنے مؤذنوں کو ہدایت کر دی کہ صبح کی اذان میں حی علی الفاروح کے بعد دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النور بھی کہا کریں مسجدوں کے دروازوں پر جو کتبہ محمد و علی خیر البشر کے لگا رکھے تھے وہ بھی مٹا ڈالے اور شدید حملہ کر خ میں شعراء کے جو قصبات پڑھے جاتے تھے ان میں مدح صحابہ کے اشعار بھی پڑھے جانے لگے۔ یہ سب انقلاب اسی درجے میں رونما ہوا کہ رافضیوں کی ساری شخی اور اگر کا اب یوں خاتمہ ہو گیا تھا کہ بنی بویہ کی حکومت جوان کے یادزدناہر تھے نیست و نابود ہو گئی تھی، ان کی جگہ سلجوقی ترک آگئے تھے جو محب اہل سنت تھے۔“

بنی بویہ کا سیاسی اقتدار تقریباً ایک صدی تک رہا ”ماتم حسین“ و عمیر غدیر“ رسموں کی ایجاد مفروضہ قبروں پر مشہد علی و مشہد حسین کی تعمیر، تدوین کتب احادیث سنیہ و تصنیف نہج البلاغہ کہ اس میں حضرت علی سے وہ خطبے منسوب کئے گئے ہیں جن میں خلفائے ثلاثہ و اکابر صحابہ کی بدگوئی ہے نیز لقب شریف و سید کو جو الہام نسبت و قومیت

میں کبھی مستعمل نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے بنی ہاشم خصوصاً اولاد حسینؑ نے مخصوص کیے جانے کی بدعت کے علاوہ جمعہ میں آنکھنورہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی والدہ ماجدہ حسینؑ کا اور آپ کے چار نواسوں میں سے صرف دو نواسوں حضرات حسینؑ کا ذکر بوہتی خطیبوں سے بھی حکماً کرایا جاتا تھا، اور صرف تقلید جادہ میرے اب تک جاری ہے۔ سبھی بوہیہ کی عہد حکومت کی نشانیاں ہیں۔

## مجوسی عجمیت کا بھیانک انتقام؛ بنی بوہیہ اپنے یک صد سالہ دور حکومت

میں عباسی خلافت کا خاتمہ تو نہ کر سکے تھے۔ لیکن جو بیچ ماتم حسین اور تیرے بانی وغیرہ کا اپنے زمانے میں ہو گئے تھے وہ برگ و بار لایا تقریباً دو صدی بعد تک اسی لجنہ و عناد کی ہڈیاں جو وہ قائم کر گئے تھے اندر ہی اندر عجم کی فتح عرب کے جوش انتقام کا لاد اچکا رہا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے کہ ماتم حسین کے جلوسوں میں سنیوں کے خلاف جوش غضب اس قدر نمایاں ہوتا ہے کہ غیر مسلم تماشائیوں سے تو کوئی تعرض نہیں ہوتا لیکن غیر شیعو مسلمانوں (سنیوں) کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بغداد کی عباسی خلافت کی تباہی میں شیعوں کا ہاتھ رہا ہے۔ خود جمال الدین ابن المطہر الحلی نے لکھا ہے کہ ہلاکو کے بغداد پر حملہ کرنے سے پہلے میرے والد اور دوسرے شیعہ اکابر نے اس کو فتح و کامیابی کی خوشخبری دیتے ہوئے درخواست کی تھی کہ گر بلا و کجف و کوف اور شیعوں کے دوسرے مقامات کو تباہ نہ کیا جائے۔ ضحیر الدین طوسی بقبول مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ہلاکو کا معتمد خاص اور مشیر تھا اور وہی تاتاری مٹھی دل کے ساتھ بذات خود بغداد آیا اور اس کا فر (ہلاکو) کو اسی نے یہ ترغیب دی کہ آٹھری ضحیفہ عباسی کو ہلاک کر دے (ج ۲۵ ص ۴۵) مرکزی سیاسی نظام ملت کی یہ تباہی مجوسی عجمیت کا بھیانک انتقام تھا اسی انتقام کی بھلاک اسلامی سیاسی نظام کی جڑیں مستحکم کرنے والے بزرگان ملت اسلامیہ خلفائے ثلاثہ و اکابر صحابہ کی بدگوئی "ماتم حسین" کے لوگوں میں نمایاں طور سے آج بھی جس طرح

کی جاتی ہے۔ جبکہ اس دور کو جیتے ہوئے بھی صدیاں گزر گئیں، اس کے دو ایک نمونے آج پاکستان سنی کونٹریکشن منعقدہ ملتان (۱۹۹۷ء) کے خطبہ استقبالیہ سے محض اس مقصد سے نقل کئے جاتے ہیں کہ برادران اہل سنت کو جو نبوی واضح جھوکہ ”ماتم حسین“ کی ایجاد ایک شیعہ ایرانی وزیر کے دماغ کی پیداوار ہے جو سیاسی مقاصد سے کی گئی تھی اس رسم کا کوئی تعلق عرب و حجاز و مکہ و مدینہ کے مسلمانوں اور حضرت حسینؑ کے عزیزوں اور اہل خانہ اور صحیح النسب حسنی و حسینیوں و ہاشمیوں سے کبھی نہیں رہا۔ اس لئے ان مراسم سے اجتناب مذہباً و شرعاً جیسا علمائے اہل سنت کے اقوال و فتاویٰ سے ثابت ہے ہر سنی پر لازم ہے۔ اب دل پر پتھر رکھ کر اس جگہ صحابہ کی بدگوئی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں جو لڑخوں میں پڑھے جاتے ہیں۔

فرزندِ فاطمہ کا ہے کربلا ٹھکانہ  
قبضہ کیا فکر پر یاروں نے غاصبانہ  
مولانا علی کے حق پر چھاپا عمر نے مارا  
اتنی سی بات کا ہے کرب و بلا فسانہ  
یاران بے وفا سے شکوہ نہیں ذکی کو  
ایماں نبی پہ لاتے لسیکن منافقانہ  
معاذ اللہ!

انکھیں نبی کی بندہ ہوئیں اور شرٹھا  
لاشہ ہنورہ کا ہے بے گور و کفن سے پڑھا  
وال ہو رہا تھا تختِ خلافت کا فیصلہ  
ایسی خلافتوں کا بتاؤ اصول کیا؟

مشکل گشت شہید کیا اور پڑھی نماز  
باغِ فدک غصب کیا اور پڑھی نماز  
حضرت حسن کو زہر دیا اور پڑھی نماز  
گھر فخر انبیاء کا جلایا اور پڑھی نماز  
محسن تک شہید کیا اور پڑھی نماز  
ایسے نمازیوں کا جہنم مقام ہے

زائد تری نماز کو میرا سلام ہے

اپنے دیکھا ”ماتم حسین“ کی آڑ میں سب صحابہ و تبرا بدگوئی تو ان لڑخوں کا اصلی مقصد ہی ہے جس کی داغ بیل سنی بڑیوں کے زمانے میں سیاسی مقاصد سے ڈالی گئی تھی۔

## امیر زید اور ماتم حسینؑ

شیعہ علماء کو اس تاریخی حقیقت سے تو مجال انکار نہ تھی کہ امام حسینؑ کا آغاز

۳۵۲ھ میں بزمانہ ہی ہو یہ ہوا۔ لیکن اس تاریخی واقعہ کی تاویل کہ امیر زید اور ان کے اہل بیت حضرت حسینؑ کے المناک حادثہ کا حال سنتے ہی سنج و الم سے بیتاب ہو گئے تھے یہ کی گئی ہے کہ ماتم حسینؑ کا آغاز ہی زیدؑ کے گھر سے ہوا۔ کسی نے یہ شعر بھی کہہ ڈالا ہے

۵۔ رسم ماتم بن زید نمود ہر کہ آمد براں زید نمود

حضرت حسینؑ کے واقعہ پر بیت زیدؑ میں کبرام مہاجر رتی سی بات تھی کیونکہ حضرت حسینؑ سے امیر زیدؑ کے کئی رشتے و قرابتیں تھیں۔ ایک رشتے سے حضرت حسینؑ حضرت امیر معاویہؓ بھانجہ داماد تھے یعنی ان کی حقیقی بھانجی حضرت عسین کی زوجہ اعلیٰ والدہ علی اکبر بن حسین تھیں اس رشتے سے حضرت حسینؑ امیر زیدؑ کے بہنوئی تھے۔ دوسرے رشتے سے امیر زیدؑ حضرت حسینؑ کے بھتیجہ داماد تھے یعنی حضرت حسینؑ کے بہنوئی اور چچرے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؑ کی صاحبزادی ام محمد امیر زیدؑ کی زوجہ تھیں شیعوں کو امیر زیدؑ اور ان کے اہل بیت سے چونکہ بیگانگی ہے ان کی ایک رفیقہ حیات نام ہندہ بنت عبداللہ بن عامر قرار دے ڈالا ہے۔ پھر عجیب لغوبات یہ بھی جاتی ہے کہ ہندہ زوجہ زیدؑ کے بھائی قافلہ کی آمد کو سن کر یکایک بے پردہ باہر نکل آئی تھی۔

امیر زیدؑ کی کوئی زوجہ نہ ہندہ نام تھی اور نہ عبداللہ بن عامر کی کوئی دختر ان کی زوجیت میں تھی، شیعوں کو یہ کذب بیانی اسی لئے تو کرنی پڑی کہ حضرت حسینؑ کے بہنوئی اور چچرے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؑ کی صاحبزادی ام محمد جیسا کہ بیان ہوا امیر زیدؑ کی زوجہ تھیں۔ امیر زیدؑ اور ان کی زوجہ ام محمدؑ جو قرابت قریبہ حضرت حسینؑ کے اس حادثہ جانکاہ پر دنیا و الم کرنے اور پس ماندگان کی نسلی و دلجوئی اور خاطر مدارت کرنے کو ملاحظہ ہو مثنویوں میں ہندی شیعوں کے طرز معاشرت کے اعتبار سے کس طرح بیان کیا گیا ہے

مرا دہیرہ کہتے ہیں ۵

بچوں کے فاقہ توڑنے کو خوان میموں کے  
اور زبور و لباس پہنانے کو بیویوں کے

ہر کشتی و طبق پہ ہدیہ عجب اچھا  
ہاتھوں پہ اور سر پہ خواصوں کے رکھ دیا  
خود مشک اور جام اٹھا کے سچو قبلہ کہا  
نذر حسین کرتی ہوں سقائی لے خدا

ہمراہیوں سے بولی کہ حق پہ نظر کرو  
چلتی ہوں سو گواروں میں عزائی کر کرو

واں سے بڑھی اسیروں کی جانب بھینکا  
پڑھتی ہوئی درد تو کرتی جھوٹی سلام  
تھا خلق فاطمہ کا جو زینب پہ اختتام  
چپکے سے بولی فتنہ سے وہ تو اہر امام

رکھتی ہے دوست یہ میرے مظلوم بھائی کو  
جا میرے بدلے ہند کی تو پیشوائی کو

یہ لغویانی زینب ہی کی چچی بہن ام محمد کے عزیزان و غواہان سلوک کی بابت  
محض اس لئے کی جا رہی ہے کہ داستان کربلا کے وضعی قصوں میں اس حادثہ کو حد  
درجہ غلط رنگ دے کر امیر المومنین یزیدؓ جیسے نیک صفات و حلیم و کریم خلیفہ کی بدگویی سے  
”مام حسین“ کو مہیج جذبات بنایا جاسکے ورنہ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے جناب علی  
(زین العابدین) ہاتھ اٹھا اٹھا کر امیر یزیدؓ کو یہ فرما کر دعائیں دیا کرتے تھے کہ امیر المومنین  
یزیدؓ پر اللہ رحمتیں نازل فرمائے۔

اکثر واقعات کربلا کے من گھڑت ہونے کا اقرار تو اب شیعہ مؤلفین بھی کرنے پر

مجبور ہیں۔

مام حسین کے من گھڑت قصے : حادثہ کربلا کے سلسلے  
میں خود ایک شیعہ

مؤلف جنھوں نے فریقین کی صد ہا کتب کی مندرجہ روایتوں کی چھان بین کر کے  
کتاب ”مجاہد اعظم“ مرتب کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ (ص ۱۷۶، ۱۷۷)  
صد ہا باتیں طبعاً تراشی گئیں، واقعات کی تدوین عصر دراز کے بعد

ہوتی..... رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہو گیا.....

اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا، فوج مخالف کالاکھوں کی تعداد میں ہونا، جناب زینب کے صبا جزادوں کا نو اور دس برس کی عمر میں شہادت پانا، فاطمہ کبریٰ کا عقدہ روزہ عاشورہ، قاسم ابن حسن کے ساتھ ہونا..... شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سر جڈا کرنا، آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا، لغش مطہر کا لکڑ کو بسم اسپاں کیا جانا، سر اوقات اہل بیت کی غارتگری اور نبی زادوں کی چادریں تک چھین لینا، شمر کا سینہ بت حسین کے منہ پر طمانچہ مارنا، سکینہ کی عمر تین سال کی ہونا..... سکینہ کا قید خانہ ہی میں رحلت پانا..... وغیرہ وغیرہ۔ نہایت مشہورہ اور زبان زد خاص و عام ہیں، حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ ذاکرین نے صرف رونے رلانے کو مد نظر رکھ کر واقعات کی صحت وغیر صحت کو پس پشت ڈال دیا۔ اور جو واقعات آج بے سمجھے سوچے سادگی یا کرمیزمی سے بیان کرنا شروع کر دیا، عوام کو جانے دو جو لوگ اہل علم کے طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں وہ بھی اسی لیکر کو پیٹے ہیں۔ اب رہے شمر تو ان کا اصول یہی ہے کہ جو بات عام طور پر مشہور ہو خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اس کو نظم کر دیں اس کے علاوہ حدت طرازی لازمہ شاعری ہے۔

..... اکثر نے بجا اور بجاء (رونے رلانے) کے سوا کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہ رکھا:

ان ہی من گھڑت قصوں میں سکینہ بنت حسین کے جن کو حادثہ کربلا کے وقت کفن بتایا جاتا ہے دمشق کے قید خانوں میں وفات پانے کی کذب بیانی ہے۔

سچی شدید مؤلف پس ماہانگان قافلہ حسینی کے سال بھر تک دمشق کے قید خانے میں رہنے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (مجاہد اعظم ص ۲۹۱)

”اس سے بھی زیادہ مشہور و مگر سرسرا کر کذب و افتراء وہ روایت ہے جس میں درد انگیز پیرایہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب سکینہ نے زندان شام میں رحلت کی حالانکہ تمام مورخین و علمائے النساب کا اتفاق ہے کہ آپ عرصہ دراز تک زندہ رہیں اور واقعہ کربلا سے ۵۷ برس کے بعد سلمہ میں وفات پائی۔ آپ کا عقد واقعہ کربلا سے پہلے عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ساتھ ہو چکا تھا۔ جیسا کہ نسخ التواتر بحسن الابراہیم، ارشاد شیخ مفید، بحار اللآلہ، اغانی، کشف الغمہ، المیرات، عمدۃ الطالب اعلام الوری، مقام ذفار، امرأة الجحان، اسعاف الراغبین و حیات الاعیان، تاریخ کامل وغیر ہم میں صاف درج ہے“

بی بی سکینہ مادری رشتہ سے امیر زیدؑ کی قریبی عزیزہ یعنی ان کی ایک خالہ کی بیٹی تھیں کیونکہ سکینہ کی والدہ رباب اور امیر زیدؑ کی والدہ ملیون نیز سکینہ کے دوسرے محبوب شوہر مصعب بن الزبیرؓ کی والدہ اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ سیدہ نائلہؓ یہ سب خواتین اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی ایک ایک زوجتیں حقیقی بھائیوں علیم زہیر و عدی پسراں جناب بن ہسکل کلبی کی بیٹیاں تھیں پھر جیسا کہ شیعہ مصنفین نے بھی صریحاً بیان کیا ہے۔ سکینہ اپنے والد حضرت حسینؓ کے سامنے ہی زہرف سن بلوغ کو پہنچ گئی تھیں۔ بلکہ شادی بھی ان کی اپنے ابن عم عبد اللہ بن حسنؓ سے ہو چکی تھی، حادثہ کربلا کے ۵۷ برس بعد تک زندہ رہیں۔ اپنے زمانہ کی بڑی نڈلہ سیخ

طرحدار خاتون تھیں۔ ان کے بالوں کا لیشن بڑا پسندیدہ ہونے سے ”طرو سکینہ“ مشہور ہو گیا تھا۔ مورخین نے ان کے متعدد نکاحوں کا ذکر کیا ہے جو ان کے شوہروں کے یکے بعد دیگرے مرجانے سے ہوتے رہے۔ تین نکاح تو ان کے خاندان بنی امیہ میں ہوتے تھے۔ ان حالات اور واقعات کے باوجود ”ماتم حسینؓ کے نوٹوں اور“

مٹیوں میں ان کی عمر تین پانچ برس کی بتا کر یہ گھناؤنا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ دمشق کے قید خانے میں حضرت حسینؑ کی اس ہیبتی کم سن دختر نے طرح طرح کی تکالیف سے تڑپ تڑپ کر جان دی تھی۔ ان کا ذیبت کی طرح وضعی داستان کر بلا کے دوسرے من گھڑت قصوں کا بیان ہونا جن کا ذکر شیوعہ مؤرخ کے مندرجہ بالا اقتباس میں کیا گیا ہے۔ کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں کہ ماتم حسینؑ کی ایجاد حادثہ کر بلا کے تین سو دس برس بعد ایک ایرانی نژاد شیوعہ وزیر کے حکم سے محض سیاسی مقصد سے کی گئی تھی، حضرت حسینؑ کی یہ صاحبزادی سکینہ امیر یزیدؑ اور ان کے اہل خاندان کے لئے کوئی اجنبی خاتون تو نہ تھیں۔ علامہ ابن کثیر نے صراحتاً بیان کیا ہے (البدایہ ج ۸ : ص ۱۵۱) کہ حضرت حسینؑ حضرت معاویہؓ کے پاس ہر سال دمشق جاتے، مہمان عزیز کی طرح بہتے اور گرانہا عطیات سے نوازے جاتے اپنی رفیقہ حیات سیدہ آمنہ کو جو حضرت معاویہؓ کی حقیقی بھانجی تھیں مع ان کے تحت جبر علی اکبر کے ان کے محترم ماموں سے ملانے بھی کبھی کبھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح سکینہ بھی اپنے محترم خالو کے یہاں کچن سے آتی جاتی رہیں ان کے اور دوسرے پس ماندگان قافلہ حسینی کے دمشق پہنچنے اور حادثہ کر بلا کے المناک واقعات سننے پر امیر یزیدؑ اور ان کے اہل بیت کا خزن و طلال اسی تعلق اور اسی بنا پر تو تھا کہ اتنے قریبی عزیز و رشتہ داروں کی عزیز جانیں اس حادثہ میں کوفیوں کی غداری سے ضائع ہوئی تھیں۔ شیوعہ مولفین نے بھی بیت یزید میں سکینہ اور دوسری کوئی خواتین قافلہ حسینی کے داخل ہونے پر کھرام مچنے کا ذکر کیا ہے اگرچہ صحیح پیرایہ میں نہیں۔ صاحب خلاصۃ المصائب لکھتے ہیں کہ جب امیر یزیدؑ کے پاس پس ماندگان قافلہ حسینی پہنچے ان کو دیکھ کر امیر موصوف پر گریہ طاری ہو گیا۔

کان بیدہ ہندیل فجعل یسبح دموعہ قارہم ان  
یحولن الی ہند بنت عامر فادخلن عندہا فسمع عن  
داخل القصص بکاء ونداء ووعوبلاً۔ (ص ۲۹۳)

(امیر یزید کے) ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو کو نچھتے جاتے تھے

پھر انھوں نے کہا کہ ان میلیوں کو میرے گھر میں ہند بنت عامر (؟) کے پاس پہنچا دو۔ جب یہ سب اس کے پاس پہنچائی گئیں تو گھر میں داخل ہوتے ہی صدائے گریہ و زاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

شیعہ مؤلفین نے زوجہ امیر زبیدہ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار کے نام کے بجائے ہند بنت عامر نام عدا غلط لکھا ہے، کیونکہ ام محمد زوجہ امیر زبیدہ تو حضرت حسینؑ کے بہنوئی اور تایا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی صاحبزادی تھیں اپنے چچا، حضرت حسینؑ کے الم انگیزہ واقعہ پر ان اپنی پھوپھی زینب اور اپنی چچری بہن سکینہ اور دوسری عزیز میلیوں کے گلے مل کر آہ و زاری کرنا پھر ان کی تسلی دلجوئی و دل داری کیلئے ہر طرح کی خاطر مدارت کرنا باعتبار قرابت قریبہ اور خونی رشتے کے ایک لازمی و قدرتی سی بات ہے نزا دہیر نے اپنے مرتبے میں جس کے چند بند پہلے درج ہو چکے ہیں امیر زبیدہ کی اہلیہ سیدہ ام محمد کا اپنی پھوپھی زینب اور بہن سکینہ کی دلجوئی و خاطر مدارت کے واقعہ کے بیان کے ساتھ ماتم حسینؑ کے مقصد سے ان کے نام کا انفا کرتے ہوتے پہلے تو یہ کہا ہے

پہنچی بویے واس و ہاں سند بے وفا      بیبیوں کے آگے کشتیاں رکھوائیں ما بجا  
بچوں کے واسطے طبق میوہ خود رکھا      شرم کے سر کے بچے بھی اور لال ماضفا

زینب و فور شرم سے یوں تھر تھر آگئی  
اور از استخاں سے لرز نے کی آگئی

پھر دلجوئی و خاطر مدارت کے ذکر کے بعد سیدہ ام محمد زوجہ امیر زبیدہ پر خونی رشتہ سے بی بی سکینہ کی چچری بہن تھیں یہ حد درجہ گھناؤنا بھونٹ لاماتم حسینؑ ہی کے سیاسی مقصد سے بولا ہے۔ فرماتے ہیں -

پھر بیچ میں بٹھا کے سکینہ کو ننگے سر      اور بے پردگی گود میں رکھا سر پردر  
پھر ماتم حسین کیا سب نے یکدگر      تربت سے نکلے بال نبی اپنے کھول کر  
ماتم کیا حسین کا اس زور و شور سے      زہر لے ہاتھ چوم لے آگے گور سے

قطع نظر اس دیو مالائی خمرانات کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ ماجدہ حسین کے اپنے مرقدوں سے باہر نکلی کر اور مدینہ منورہ سے چل کر دمشق میں زور شہداء سے ماتم حسین کرنے کی اہتمام و مشرکانہ جدت طرازی کی گئی ہے امیر یزیدؓ جیسے حلیم و کریم حکمران کے مکان مسکونہ کے اندر ان کی خالہ کی بیٹی بی بی سکینہ کے ساتھ اور

چچیری بہن ام محمد زوجہ امیر یزیدؓ کے ہاتھوں اس بے اہل اور من گھڑت و حشیانہ برتاؤ کا ذکر مثنویوں میں کیا جاتا ہے بین ثبوت ہے ”ماتم حسین“ کے سیاسی مقاصد کا اور اس دروغ گوئی کی خاطر ام محمد زوجہ یزیدؓ کے نام کا انکار کر کے ہند کا نام لیا گیا ہے جو نہ امیر یزیدؓ کی کوئی زوجہ تھیں اور نہ حضرت حسینؓ کی مطلقہ بیوی حضرت حسینؓ کے قتل اور سر کاٹنے میں داستان کر بلا میں وضعی قصوں میں شمر ذوالجوشن کا نام آتا ہے۔ جس کو ”مجاہد اعظم“ کے شیعہ مؤلف نے بھی مندرجہ بالا اقتباس میں من گھڑت قصوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ نیز بی بی سکینہ کا نام لے کر جو مرتبہ میں کہا گیا ہے سع اور بے پدر کی گود میں رکھا سر پیر

اس لئے داستان کر بلا کے اصل مصنف ابو مخنف نے اپنی کتاب ”مقتل حسین“ میں جس دیو مالائی انداز میں جو بیان کیا ہے۔ اس کا مختصر ذکر اس ثبوت میں پیش کرنا ضروری ہے کہ حضرت حسینؓ کے جسد بے جان سے سر جدا کر کے اس کی تشہیر اور دمشق بھیجے کی روایت محض بے اہل ہے جو ”ماتم حسینؓ“ کے سیاسی مقصد سے وضع کی گئی ہے۔

**شمر اور مقتل حسینؓ :** حضرت ذوالجوشنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔

(البدایہ والنہایہ والاستیعاب) ان ہی کے خاندان کی خاتون ام البنین حضرت علیؓ کی زوجہ اور ان کے پسران عباس و عثمان و جعفر و عبداللہ کی والدہ تھیں ، ان حضرت ذوالجوشنؓ کا بیٹا شمر اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھا اور چہرے پر تلوار کا زخم کھا کر بھی تیر بازی کرتا

رہا تھا وہ ام البنین کے رشتہ کا بھائی ہونے سے حضرت علیؑ کا سالہ اور حضرت حسینؑ کا سو تیسرا ماموں ہوتا تھا، "مقتل حسین" اور داستانِ کربلا کے اصل مصنف ابو مخنف نے اسی کو قاتلِ حسینؑ بتایا ہے اب وہ روایت اسی ابو مخنف کی زبانی سنئے جو۔ اس کذاب راوی نے حضرت حسینؑ جیسے بلند تہجد و عالی ہمت ہاشمی مرد شجاع کے قتل ہونے اور سر کاٹے جانے کی گھڑالی ہے۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت حسینؑ زخمیوں سے پور ہو کر نڈھال ہو گئے اور زہ میں پر گر گئے تو شیت بن ربیع قتل کرنے اور سر کاٹنے آیا جیسے ہی آپ نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا، اٹھے پیروں بھاگ پڑا اور جا کر کہنے لگا کہ چہرے میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبابہت نظر آتی شرم دامنگیر ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیب کو قتل کروں فاسیجیت ان اقتل شبیہا لرسول اللہ (مقتل ابی مخنف ص ۹۰) دوسرا شخص سنان بن انس آیا مگر یہ بھی چہرہ دیکھ کر بھاگ گیا اور ساتھیوں سے جا کر کہنے لگا کہ جب انھوں نے آنکھ کھول کر دیکھا ہے مجھے ان کے والد کی شجاعت و بہادری کی یاد تازہ ہو گئی، اس لئے میں قتل نہ کر سکا۔ فذہلت عن قتله (ص ۹۰) شمر بن ذی الجوشن کے قساوت و یہیمیت کا بیان اس کے بعد یوں شروع ہوتا ہے کہ اس نے اپنے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم بڑے بزدل ہولا و تلوار مجھے دو۔ چاہے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم شبیب ہوں یا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے میں انھیں ضرور قتل کروں گا انہی لاقتلہ سواہء مشبہہ المصطفیٰ او علی المرتضیٰ (ص ۹۰) وہ گیا اور جا کر کہنے لگا کہ میں تو ان میں سے نہیں ہوں جو آپ کو قتل کرنے سے باز رہے بیکہر کہ وہ سینہ پر چڑھنے لگا تو آپ نے کہا۔

من انت فلقد ارتقت مرتقی صعبا لظالم قبلہ النبی (ص ۹۰)

اے تو کون ہے کہ اس بندہ مقام پر چڑھتا ہے جو بوسہ گاہ نبیؐ رہا ہے

نام بتایا آپ نے پوچھا مجھے جانتا ہے کہنے لگا :

انت الحسین و ابوک المرتضیٰ و امک الزہراء و جدک

المصطفى وجلتك خديجة الكبرى (ص ۹۲)  
 آپ حسین ہیں آپ کے والد مرتضیٰ آپ کی والدہ الزہراء آپ کے نانا  
 مصطفیٰ اور آپ کی نانی خدیجہ الكبرى۔

اس سوال و جواب کے بعد ابو مخنف نے قتل حسینؑ کی یہ وجہ بیان کی ہے۔  
 فقال له وليك اذ لعرضتني فلم تقتلني فقال له طلب  
 بقتلك الجائزة من يزيد فقال له الحسين ايما احب  
 اليك شفاعا جدي رسول الله او جائزة يزيد  
 فقال دانق من جائزة يزيد احب الي منك ومن  
 شفاعا جديك وابيك - (ص ۹۱)

پس حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر جب مجھے پچھتا ہے  
 تو قتل کیوں کرتا ہے (شمر نے) کہا آپ کو قتل کرنے کا انعام یزید سے  
 پاؤں گا (حسین نے) کہا ان دونوں باتوں میں سے تجھے کونسی پسند  
 ہے۔ میرے نانا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت یا یزید کا  
 انعام؟ اس نے کہا کہ یزید کے انعام کی ایک دھڑی (دانق) مجھے زیادہ  
 محبوب ہے۔ نسبت آپ کے اور آپ کے نانا اور والد کی شفاعت کے۔

اس کے بعد کہا ہے کہ حضرت حسینؑ کو جب یقین ہو گیا کہ یہ قتل کرنے سے باز  
 نہ رہے گا فرمایا کہ اچھا تو مجھے قتل ہی کرتا ہے تو ایک جرعہ پانی کا تو پلا دے (اذا كان  
 لا بد من قتلي فاسقني مشربة من الماء) مگر اس نے کہا ہاں  
 تراب کے بیٹے یہ سمجھتے ہو کہ آپ کے والد علیؑ کو جس کو ٹر پر جس کو چاہیں گے پانی  
 پلا دیں گے تو ذرا صبر کیجئے آپ کے والد تو آپ کو اب سیراب ہی کر دیں گے۔ اصبر  
 قليلا حتى يسقيك ابوك) یہ سن کر ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت حسینؑ  
 نے شمر سے کہا ذرا اپنا نقاب الٹ دے میں تیرا چہرہ تو دیکھ لو اس نے جیسے ہی  
 نقاب الٹا تو آپ نے دیکھا وہ مبروص (کوڑھی) بھی تھا اور کانابھی، منہ اس کا

کتے کی تھو تھمی جیسا اور بال سور کے سے، اس پر آپ نے کہا کہ سچ فرمایا تھا، میرے نانا نے میرے والد سے کہ:

يقتل ولدك هذا ابرص اعوز له بوزك بوز الكلب  
وشعر الخنزير ( ص ۹۱ ایضاً )

تمھارے اس بیٹے کو قتل کرے گا ایک کوڑھیا، کا نا جس کی تھو تھمی  
کتے جیسی اور بال اس کے سور کے بالوں کی طرح۔

اس پر راوی نے شمر کے منہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جو  
گستاخانہ کلمات کہلوائے ہیں زبان قلم سے ادا نہیں کئے جاسکتے، ابو مخنف نے  
کہ وہی تنہا راوی اس حادثہ کا ہے یہ مکذوب روایت ان الفاظ پر شتم کر دی ہے۔

وكلما قطع هند عضواً نادى الحسين واهل بيته  
وعلياه واحساناه واجعفراه واحمزاها، ولعقيلاه  
وعباساه واقتيلاه واقلة ناصراه واغويتاه  
فاحتنر رأسه وعلاؤه على فناة طويلة فكبر العكر  
شادات تكبيرات وتزلزلت الارض واظلم الشرق و  
الغرب واخذت الناس الرجفة والصواعق وامطرت  
السماء دهاً وناذى منادياً من السماء قتل والله  
الاهام بن الاهام واخر الاهام ابوالائمة الحسين بن علي  
بن ابي طالب ولم تمطر السماء دهاً الا ذلك اليوم

(ص ۹۳ ایضاً)

جیسے جیسے اس نے آپ کے عضو کاٹے حسین چلانے لگے  
ہائے محمد، ہائے علی، ہائے حسن، ہائے جعفر، ہائے حمزہ، ہائے  
عقیل، ہائے عباس، ہائے مددگاروں کی قلت، ہائے غریب  
الوطنی، پس اس نے سر کاٹا اور لمبے نیزے پر چڑھا لیا تو شکر نے تین

تجیریں کہیں، زمین میں زلزلہ آگیا، مشرق و مغرب میں اندھیرا چھا گیا، گرج اور زلزلے کے جھٹکے لگے لگے، آسمان سے تازہ خون برسنے لگا اور منادی نے آسمان پر سے چلا کر کہا، قتل ہو گئے دائرہ امام بیٹے امام کے بھائی امام کے اور اماموں کے باپ حسین بن علی ابن ابی طالب، سوائے اس دن کے آسمان سے پھر خون نہیں برسا۔

یہ ہے وہ اصل راوی اور اس کی مکذوبہ روایت جس کے بعض فقرے حذف کر کے اور بعض کلمات کو بتغییر الفاظ درست کر کے قال ابو مخنف کی تکرار کے ساتھ طبری اور دوسرے مؤرخین نے نقل کر دیا۔ طبری نے شمر کے بجائے سنان بن انس کا نام لیا ہے کہ اس نے قتل کیا اور سر جدا کیا (ج ۲ ص ۲۶) اور اسی طبری سے علامہ ابن کثیر نے نقل کر دیا ہے (ج ۸ ص ۱۸۸ البدایہ)

مگر اس راوی کے ان بیانات کے بارے میں کہ قتل حسین سے زمین تھرتھرا

گئی، آسمان کا پھٹنا لگا، پہاڑ جگ سے ہٹ گئے، دریا ابل پڑے، آسمان سے تازہ خون برسنے لگا، جن اور جنوں کی عورتیں نوحے کہتی پھرتی تھیں، فرشتوں کی قور اسٹھ لے کر اتر رہی تھی کہ حسین قتل ہو گئے اس لئے وہ حکم خدا آپ کی قبر پر تادا مان قیام گریہ و بکا میں مصروف رہیں گے، علامہ ابن کثیر ان باتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہ سب کذب محض ہے، ان موضوع روایتوں میں کوئی بات بھی صحیح نہیں فرماتے فرماتے ہیں کہ :

وللشیعة والرافضة فی صفة مصرع الحسین کذب  
کثیر و اخبار باطله و فیما ذکرنا کفایة و فی بعض  
اوردنا و نظر لولہ ان ابن جریر و غیرہ من الحفاظ  
والائمة ذکرة ما سقتہ و اکثرہ من زوایة الی

مخفف لوط بن یحییٰ وقد كان شيعية وهو ضعيف  
الحديث عند الأئمة ولكنه ولخباري حافظ  
عندنا من هذه الامشياء مما ليس عند غيره و  
لهذا ايتراحي كثير المصنفين في هذا الشأن ۱

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۰۵)

حضرت حسین کے پھاڑ دیئے جانے کے بارے میں شیعہ اور راہبانیوں  
میں بہت کچھ جھوٹ اور باطل اخباریں ہم نے جن کا تذکرہ کیا ہے وہ  
کافی ہے اور بقینا ہم نے لکھا ہے اس کا بعض حصہ محل نظر ہے اگر ابن جریر  
طبری اور دوسرے ائمہ و حفاظ نے وہ روایتیں نہ لی ہوتیں تو ہم بھی ترک  
کر دیتے ان میں اکثر تو ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی اور وہ شیعہ تھا،  
اور ائمہ فن کے نزدیک وہ ضعیف راوی ہے لیکن اخباری ہے (تاریخ  
احوال جانتا تھا) اس ہی سے ایسی ایسی باتیں مروی ہیں جو دوسروں  
کے یہاں نہیں ملتیں لہذا اکثر مصنفین ان باتوں کے لئے اسی کی طرف  
لیکھے ہیں۔

مگر اسی کے ساتھ سرکٹے اور خلیفہ کے پاس بھیجے جانے کی جھوٹی روایتیں  
بھی درج کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ومن الناس من انكر ذلك  
(البدایہ ج ۸ ص ۳۰۴) یعنی ایسے بھی لوگ (اہل تاریخ و اہل سیر ہیں) جو اس سے انکار  
کرتے ہیں۔

حضرت حسینؑ کا سر کاٹ کر گشت کرنے کے من گھڑت قصے کی تکذیب تو  
صرف اسی ایک بات سے ہو جاتی ہے جو اس ایک سر کاٹنے کی جگہ یعنی عراق و  
شام و حجاز اور مہر کے مختلف مقامات پر دفن ہونا بیان کیا جاتا ہے پھر حضرت  
حسینؑ کی پوتے کا یہ قول ہے ناسخ التواتر کے شیعہ مولف نے نقل کیا ہے  
(ص ۵۵) کہ سر حسین ان کے جسم کے ساتھ بیوستہ رہا اور جسم سر کے ساتھ اسی گھ

تائید مزید بلا باقر مجلسی نے بھی دیو مالائی طرز عبارت سے کی ہے۔ فرماتے ہیں۔  
 حضرت رسول خدا سرگرمی ربا خود برد و در آن شکے نیست کہ آن سر و  
 بدن با شرف اماکن منتقل گردید و در عالم قدس بیحد و بحد ملحق شد  
 چند کہ کیفیت آن معلوم نشد۔ (جلاء العیون ص ۵۰۴)

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سرگرمی کو اپنے ساتھ ہی  
 لے گئے پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ سر اور بدن دونوں  
 اشرافے اماکن کو منتقل ہوئے اور عالم قدس میں ایک دوسرے سے  
 ملحق ہو گئے ہرچند کہ اس کی کیفیت معلوم نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں سر حسینؑ کے امیر یزیدؑ کے سامنے  
 لاتے جانے کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”جہول سندوں سے جو یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت حسینؑ کا پیر یزیدؑ  
 کے سامنے لایا گیا اور یہ وہی ہے، جس نے دانتوں پر چھڑی لگائی  
 اول تو یہ بات قطعاً ثابت نہیں۔ دوسرے یہ کہ روایت ہی میں  
 وہ بات موجود ہے جو اس کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔  
 یعنی یہ کہ جن صحابہ کی موجودگی چھڑی مالتے وقت بتائی جاتی ہے وہ  
 تو ملک شام میں اس وقت تھے نہیں بلکہ عراق میں تھے؛“

یہ سب طبعاً ذرا باتیں یعنی سر کاٹ کر گشت کر لے اور لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں  
 سے روندنے کی افتراء تھیں ہیں جو ”ماتم حسین“ ہیجانی کیفیت پیدا کرنے کے لئے  
 گھڑی گئیں بے لاگ تحقیق اور ریسرچ سے روز رد کشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ  
 لاش کو روندوانے میں فاتح ایران اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حضرت سعدؓ  
 ابن ابی وقاص کے فرزند عمرو بن سعدؓ کا جو نام لیا جاتا ہے اور سر کاٹنے کی دیو مالائی  
 طرز کی حکایتوں میں جو حضرت حسینؑ کے رشتے کے ماموں شمر ذوالجوشن کو متہم کیا  
 جاتا ہے اس کی بھی کچھ اصلیت نہیں۔ حضرت حسینؑ کے قاتل تو یہی ساٹھ کوئی تھے

جو آپ کو لینے کے لئے مڑ گئے تھے اور ساتھ آپسے تھے حضرت حسینؑ کو اثنائے راہ اپنے ایجنٹ مسلم بن عقیلؓ کے بغاوت کرانے کے جرم میں مائے جلنے کی اطلاع ملی تو آپ نے حصولِ خلافت کے لئے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کوفہ کی راستے سے دمشق کے کاروانی راستے پر پلٹ گئے، تاکہ خلیفہ وقت امیر المومنین یزیدؑ کے پاس چلے جائیں جن سے آپ کی قرابت قریبہ بھی تھی۔ عمدہ الطالب کے شیعہ مورخ نے بھی یہی بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وعدل نحو الشاہ قاصداً الى یزید بن معاویۃ ثنا صد ۱۶۹) یعنی یزیدؑ بن معاویہؓ کے پاس جانے کے لئے (کوفہ کے راستے سے) ملک شام (کے راستے کی طرف) پلٹ گئے۔ ان کے ہمراہیوں کے ساتھ کوفیوں کو اپنی جالوں کے لالے پڑ گئے، یعنی یہ کوفی بھی اگر آپ کے ساتھ دمشق جاتے ہیں تو خروج پر آمادہ کرنے کی سزا سے نزع سکیں گے نہیں جاتے تو گورنر کوفہ زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ان خبیثوں نے دمشق جلنے سے ہر طرح روکا آخر کار ہنگامہ برپا کر کے حضرت حسینؑ اور ان کے بھتیجیوں پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ فوجی دستے کے ... سپاہیوں نے جو سبر کردگی عمر بن سعدؓ دشمنوں کو کھینچنے کی حفاظت کے لئے ساتھ آئے تھے۔ بھپٹ کر ان غدار کوفیوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ بات بلاشبوت اٹکل پوچھ نہیں ہے کتب تاریخ میں صراحتاً بیان ہے کہ یہ ساٹھ کوفی حضرت حسینؑ کو کوفہ لانے کے لئے مڑ گئے تھے اور آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ مسلم بن عقیلؓ کے قتل اور کوفیوں کی غداری کی تہنیر کر حضرت حسینؑ کا قصد واپسی کا کرنا ہر تاریخ میں مذکور ہے۔ جس سے یہ بات بھی بین طور سے ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ کا کوفہ جانا کسی ایسی دینی و مذہبی خدمت کے لئے نہ تھا جس سے روگریزی نہ ہو سکے بلکہ کوفیوں کے نفرت اور مدد کے وعدوں پر حصولِ خلافت ہی کے لئے تھا۔ اب جو کوفیوں کی غداری کا حال معلوم ہوا آپ نے طلبِ خلافت کا خیال ترک کر دیا، امیر یزیدؑ کے پاس بارادۃ بیعت جانے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ شیعوں کے بڑے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ امثونیؒ نے صراحتاً کہا ہے (کتاب الشافی مطبوعہ ایران صد ۱۶۹) کہ حضرت حسینؑ نے گورنر عراق سے

کہلا بھیجا تھا اور ان اضح یسعی علی یسید یزید فہو ابن غمی لیری فی  
 رایہ۔ (یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھوں جب کہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں  
 تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کر لیں گے) گورنر صوبہ ابن زیاد کا آپ کے اس  
 اراغے سے خوش ہونا طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ کوفیوں کی غداری اور حملہ اوری  
 کی مثالیں حضرت عثمانؓ کی منطو مانہ شہادت، بعد صلح شب خون مار کر جنگ جمل کرنا  
 جنگ صفین کی آگ بھڑکانا، قرب مدائن میں حضرت حسینؓ پر قاتلانہ حملہ کیا یہ واقعات  
 یہ ثابت کرنے کو کافی نہیں کہ ان کے ان ہی ساٹھ کوفیوں نے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا انکو  
 اور ان کے بعض اعزہ کو قتل کیا۔ بخلاف اس کے ابن سعد، ابن زیاد و شمر کے متعلق یہ  
 برگز نہیں بتایا جاسکتا کہ حضرت حسینؓ سے ان میں سے کسی کو بھی کوئی پرخاش یا کسی  
 قسم کی معمولی سی شکرہ بھی کبھی ہوئی ہو۔ شمر و ابن سعد سے تو جیسا ذکر ہو ان کی قرابت  
 و رشتہ داری بھی تھی تو جب حضرت حسینؓ کو فتنے کی راہ سے پلٹ کر دمشق کے راستے  
 امیر یزیدؓ سے بیعت کرنے کو چل پڑے تھے تو ان کو یہ لوگ کیوں قتل کرنے لگے تھے، قتل  
 تو ان ہی لوگوں کا جو ان کے امیر یزیدؓ سے بیعت کرنے اور دمشق جانے میں مانع تھے  
 اور وہ یہی ساٹھ کوفی تھے جن کے مانع آنے اور اجاد سلی پہاڑوں پر چلی کر ڈیرے ڈالنے  
 کے جھانسنے دینے کے حالات کتب تاریخ میں ملاحظہ مذکور ہیں۔ یہی کوفی ان کے  
 قاتل تھے۔ اور یہی صحیح واقعہ کہلا ہے۔ جس کی شہادت روایت و درایت و  
 قرآن سب سے مل رہی ہے۔ فوجی دستے کے افسر ابن سعد و شمر ذوالجوشن تھے۔  
 حضرت حسینؓ کے قاتلین ساٹھ کوفیوں کو ان ہی کے سپاہیوں نے ان ہی کے حکم  
 قتل کیا تھا کوفی کذاب مؤرخین نے اس ذمہ میں ان ہی کو قاتل حسینؓ قرار دے کر  
 جھوٹی روایتیں گھڑ ڈالیں اور امیر المؤمنین یزیدؓ کو جنہوں نے حضرت حسینؓ کے پسماندہ  
 کے ساتھ امید سے زیادہ ہمدردی کی، عزت و احترام اور عطایا و تحائف کے ساتھ  
 بحفاظت و آرام مدینہ پہنچوایا، ان کو حضرت حسینؓ کے قتل سے خوش بخونے  
 والا ان کے سر سے گستاخی کر نیوالا اور سر کو اپنے دروازہ پر لٹکانے والا مشہور کیا۔

”مام حسین“ کے مریٹوں اور نوجوانوں میں یہ من گھڑت اور جھوٹی باتیں اسی سیاسی مقصد سے بیان کی جاتی ہیں۔ جو اس کے موجد اور بانی کا حزب مخالف کی ایک پُرچوش پارٹی خلافت و حکومت وقت کے خلاف بنانے کا تھا۔

## حسینی قافلہ کربلا کب اور کیوں پہنچا؟

اور وضعی داستاؤں میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسینؑ فریضہ حج ادا کئے بغیر ایک دن پہلے ہی ۸ ذی الحجہ کو کوفہ کے سفر پر روانہ ہو کر ۲ محرم کو کربلا پہنچے تھے محض غلط ہے۔ آپ ۱۰ ذی الحجہ کو روانہ ہوتے ابن کثیر نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو کوفیوں کے پاس پہنچنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوتے، لکھتے ہیں کہ

فخرج الحسين متوجهاً اليهم (اهل الكوفة) في  
اهل بيته وستين شخصاً من اهل الكوفة  
صحبه وذلك يوم الاثنين في عشر ذي الحجة

(البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵)

پس (حسین) اپنے اہل خاندان اور ساٹھ کو فی اشخاص کی معیت

میں (مکہ سے) اہل کوفہ کے پاس پہنچ جانے کے لئے روانہ ہوئے،

ان کی روانگی ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی۔

شیعہ دینی مورخین سب نے بتایا ہے کہ مکہ سے روانگی کے وقت تنغیم مقام پر

آپ نے سرکاری قافلہ کے اونٹوں اور اسباب پر قبضہ کر لیا جو صوبہ یمن کے عامل نے

سالانہ محاصل کی ادائیگی کے لئے خلیفہ یزید کے پاس حسب دستور اس سال بھیجا

تھا، یعنی قافلہ قمری سال کے آخری مہینے میں اس طوبہ سے روانہ ہوتا کہ ایام حج میں

مکہ پہنچے تاکہ قافلے ولے ادا لے حج کی سعادت حاصل کر لیں بعد فراغت حج تنغیم مقام

سے گزرتے ہوئے مدینہ حاضر ہوں اور وہاں سے دمشق یعنی قافلہ تنغیم مقام پر

حج کے پہلے نہیں گزر سکتا تھا، حضرت حسینؑ کا مقام تنغیم قافلہ کے اونٹوں

اور اسباب پر قبضہ کرنا جو بالاتفاق سب ہی مومنین نے بیان کیا ہے۔ حج کے بعد ہی ہوا اور ہو سکتا تھا اس لئے مکہ سے ان کی روانگی کی تاریخ جیسا کہ ابن کثیر کا بیان ہے ۱۰ ذی الحجہ ۶ہ ہے۔ مکہ سے کربلا تک تیس منزلیں آتی ہیں۔ جن کی مجموعی مسافت آٹھ سو میل ہے، جو تیس ہی دن میں طے ہوئی اور ہو سکتی تھی اس لئے حسینی قافلہ کربلا میں ۱۰ محرم کو پہنچا اور پہنچ سکتا تھا۔ ۲ محرم کو کسی طرح نہیں پہنچ سکتا تھا۔ منزلوں اور فاصلوں کا حسب ذیل نقشہ جو مستند کتب بلدان و جغرافیہ وغیرہ سے مرتب کیا گیا ہے اس کا قوی اور مستند ثبوت ہے کہ حسینی قافلہ کربلا میں ۱۰ محرم ۶ہ کو پہنچا تھا۔

ردیف	منزلیں اور فاصلے		تاریخ آمد روانگی قافلہ		کیفیتے
	منزلے	فاصلہ	آمد	روانگی	
۱	مکہ معظمہ	.	.	۱۰ ذی الحجہ ۶ہ	-
۲	بستان ابن عامر	۲۲ میل	۱۰	۱۱	x
۳	ذات عرق	۲۲	۱۱	۱۲	ذات عرق
۴	الفرہ	۲۶	۱۲	۱۳	x
۵	المسج	۱۸	۱۳	۱۴	x
۶	افعیہ	۳۴	۱۴	۱۵	x
۷	العق	۳۲	۱۵	۱۶	x
۸	سلیلہ	۲۱	۱۶	۱۷	x
۹	معدن بی سلیم	۲۶	۱۷	۱۸	x
۱۰	زبدہ	۲۴	۱۸	۱۹	x
۱۱	مغیشہ المادان	۲۲	۱۹	۲۰	x
۱۲	معدن فقرہ	۳۳	۲۰	۲۱	x

	نحاجر	۲۲	۲۱	۳۲	نحاجر	۱۳
	x	۲۳	۲۲	۳۲	سمیراء	۱۴
	x	۲۴	۲۳	۲۰	توز	۱۵
	x	۲۵	۲۴	۳۱	فید	۱۶
	x	۲۶	۲۵	۳۳	الاجفر	۱۷
پہلے اذہمیکہ کا نام	x	۲۷	۲۶	۲۴	انخرمییہ (زردرد)	۱۸
زرد تھا۔	x	۲۸	۲۷	۳۳	ثعلبیہ	۱۹
اس کو لطان بھی	x	۲۹	۲۸	۳۹	تیر العبادی	۲۰
کہتے ہیں	x	۲۹	۲۹	۲۹	الثقوق	۲۱
	زبالہ	۲۹	۲۱	۲۱	زبالہ	۲۲
	x	۳	۲	۲۴	القاج	۲۳
	x	۴	۳	۲۴	عقبہ	۲۴
واقصہ سے چند میل کے	شرف	۵	۴	۲۹	واقصہ	۲۵
فاصلہ پر شرف ہے	x	۶	۵	۲۴	القرعا	۲۶
	x	۷	۶	۳۲	المغیشہ	۲۷
	قادسیہ	۸	۷	۳۴	قرب قادسیہ براہ	۲۸
	x	۹	۸		العزیز اور دہپی	
	x	۱۰	۹	۵۴	ذوحسم	۲۹
	x		۱۰		قصر مقابل	۳۰
					کر بلا	۳۱

۸۰۰ عری میل

۳۰ یوم

کل فاصلہ مکہ سے کر بلا تک

کل مدت سفر

مندرجہ بالا تصریحات سے بدرجہ یقین ثابت ہے کہ حسینی قافلہ کا کر بلا مقام پر درود ۱۰ مرحم سلمہ کو جوہا۔ یہ مقام جیسا عرض ہو چکا دمشق کے کارروائی راستہ پر واقع ہے اس کا محل وقوع ہی خود اس کا تین ثبوت ہے کہ حضرت حسینؑ کو فیر کی غداری کا حال سن کر اور طلب خلافت کا قصد و عزم ترک کر کے خلیفہ وقت سے بیعت کرنے کے لئے دمشق کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ وضعی روایتوں میں جو کہا گیا ہے کہ آپ کو گھیر کر اس مقام پر ۲۰ مرحم کو لایا گیا تھا۔ کذب و افتراء ہے ”مامہ حسین“ کے مثنویوں اور نوحوں میں پانی پند کرنے کے جھوٹے قصوں کو آب و تاب سے بیان کرنے کی عرض سے یہ دروغ بافیاں کی گئی ہیں۔

## پانی بند ہونے کے شرمناک جھوٹ : حسینی قافلہ جب ۱۰ مرحم سلمہ

کے دن کر بلا پہنچا۔ اس سے ایک دن پہلے بھی ہمیں پہنچ سکتا تھا تو پانی بند ہونے نہ ہونے کا تو کوئی مسکری نہ تھا پھر اس مقام پر متعدد چشمے و تالاب تھے۔ یا قوت جموی کے صراحتاً بیان کیا ہے کہ کر بلا کی صحرائی اراضی کی یہ کیفیت تھی کہ۔

ھی ارض بادیدۃ من الریف ذی ہاعدۃ تعیون ماء جاریۃ  
ہنہا الصید والقطفانہ والرہیمیۃ وعین جمل  
وذوانہا (معجم البدان ج ۶ ص ۵۵)

یہ اراضی صحرائی زرغیز زمین ہے جس میں متعدد چشمے پانی کے ہیں جن میں الصید والقطفانہ درہیمیہ اور چشمہ جمل اور ان کے مثل دوسرے چشمے ہیں :

ان چشموں میں ایک چشمہ عین الصید اسی لئے کہلاتا ہے کہ اس میں مچھلیاں بہت تھیں۔ مچھلیوں کے ساتھ یہاں مکھیوں کی بھی کثرت تھی۔ مورخ طبری نے اسے واقعہ کا ذکر کیا ہے (ج ۲، ص ۱۹۹) کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مع دستہ فوج جب ایرانی علاقے سے شام جاتے ہوئے کر بلا میں پڑاؤ ڈالا تھا ان کے گھوڑوں کو کھینچ

نے اس درجہ ستیا کہ ایک ساتھی نے قطعہ شعر کہہ کر حضرت خالدؓ کو متوجہ کیا کہ یہاں نہ ٹھہریں، علاوہ ازیں یہاں تھوڑی سی زمین کھودنے سے پانی نکل آتا تھا۔ ناسخ التواتر بخ کے شیعہ مؤلف نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ نے ایک کدال زمین پر ماری تو صاف پانی نکل آیا، ”ناگاہ آبلے زلال و گوارا لکھو شید و اصحاب آنحضرتؐ بنوشید و مشکہا پر آب کر دندہ یعنی یکا یک صاف پانی آب زلال و گوارا منور سے نکل پڑا آب کے سانچیوں نے کوشش کیا اور مشکلیں بھی پانی سے بھر لیں (کتاب دیم ج ۶ ص ۲۲۵ مطبوعہ ایران) پھر شیعہ راویوں نے مصنوعی جنگ کی تیاری کے لئے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے پانی میں نذرہ گھونلے اور بدن کے بالوں کا صفا کرنے کیلئے بدن پر مل کر نہالے کی روایتیں بھی لکھی ہیں باوجود ان روایتوں کے ”ما تم حسینؓ کے مٹیوں میں پانی بند کئے جانے کا روٹا بھی روایا جاتا ہے اور عباس برادر حسینؓ کے دریا کے پانی کی مشکیں بھرنے کی وضعی حکایتیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ منع آب کے اس پر ویسٹ کے کا جو صدیوں سے طرح طرح ہونا رہا ہے غیہ شعیوں پر بھی یہ اثر پڑا کہ ایام محرم میں شربت بنا بنا کر تقسیم کر لے، نامزد کر کے آرائش کے ساتھ سبیلیں لگاتے، اس پر خوب روپیہ صرف کرتے اور اس کو اجر و ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ جیسا بیان ہوا ہے منع آب اور پانی کی بندش کا تو کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ اور نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ ایک تو حسینؓ قافلہ کا ۱۰ محرم سے پہلے اس مقام پر پہنچنا ممکن ہی نہ تھا، دوسرے یہ کہ حضرت حسینؓ تو اس مقام پر اپنے عزیز قریب یزیدؓ بن معاویہؓ کی طرف سے بیعت کرنے کی غرض سے ان کے پاس جاتے ہوئے ٹھہرے تھے، تیسرے یہ کہ اس مقام اور اس کے قرب و جوار میں متعدد چشمے پانی کے جن کی تفصیل بیان ہو چکی موجود تھے اہل سنت کو ان حقائق کے پیش نظر نامزد کر کے سبیلیں لگانے سے جو شرعاً ناجائز ہے اجتناب کرنا چاہیے۔

## تعزیه داری

تعزیه کے معنی ہیں صبر کی تلقین جو کسی کے عزیز قریب کے مرنے پر اس کے ورثاء سے کی جاتی ہے اور جیسا کہ علمائے کرام کے فتوؤں اور احکام شریعت سے واضح ہے کسی کے مرنے پر تین دن کا سوگ اور تین دن تک تعزیه کرنا جائز ہے جس میں نہ رو نہ پینا ہے اور نہ چینا چلانا، نہ کپڑے پھاڑنا، نہ گریبان چاک کرنا، نہ بال ٹوچنا، نہ سینہ کو ٹٹانا نہ زالو اور زساروں پر ہاتھ مارنا، اور نہ اجتماع سے جرح و فحش کرنا، یہ سب باتیں شریعت کی رو سے ناجائز اور حرام ہیں۔ اب یہ سب کچھ معوشی زائد جو خرافات ہیں جس تعزیه میں ہوتا ہے وہ محرم کا تعزیه ہے جو سوائے ہندو پاکستان کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا، مجاہد اعظم کے شیعہ مولف لکھتے ہیں (ص ۳۳۳)

”تعزیه جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں کہیں بھی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ ایران میں جو شیعوں کا خاص گھبے وہاں بھی اس کا رواج نہیں..... آخر اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کس نے کی اور کیوں ہوئی افسوس ہے کہ اس سوال کے جواب میں تاریخ خاموش ہے۔“ امیر تیمور کے متعلق تو یہ مشہور ہے کہ اس نے ہندوستان فتح کر کے عشرۂ محرم میں تعزیه داری شروع کرائی تھی غلط ہے۔ کیونکہ

تاریخ سے ثابت ہے کہ امیر تیمور عشرۂ محرم کے بعد ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوا تھا۔ اور ۶ ربیع الاول ۸۰۰ھ میں دہلی آیا اور ۲۲ ربیع الاول کو یہاں سے کوچ کر کے ۲۹ جمادی الثانی کو سرحد ہند سے باہر چلا گیا۔ ”مجاہد اعظم“ کے مولف مزید لکھتے ہیں کہ ”گنبد دار تعزیه کا رواج غالباً لکھنؤ سے غالباً شروع ہوا ہے لیکن سنہ رسیدہ لوگوں سے سنا گیا ہے کہ آغاز زمانہ تو اب اصف الدولہ بہادر میں اول

ایک سبزی فروش نے بالمش اور کاغذ کا تعزیہ بنایا تھا۔ جب وہ سبزی فروش مر گیا تو وہاں میر باقر نے ایک امام باڑہ بنوادیا اس کے بعد ویسے ہی تعزیوں کا رواج ہوا، رفتہ رفتہ اراکین خاندان سالار جنگ نے گنبد دار تعزیوں کو رواج دیا اور لطافت و زینت روز بروز بڑھتی گئی شدہ شدہ تمام ہندوستان میں اس کا رواج ہو گیا اور شعیوں کے علاوہ سنی بلکہ ہندو بھی اس میں حصہ لینے لگے یہ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نوابان اودھ نے اپنے علاقے میں بستی بستی جس کسی نے تعزیہ رکھنے اور امام باڑہ بنانے کا وعدہ کیا یا جس کو لان کے اہل کاروں نے اس کی ترغیب دلائی اسی کو بیدریغ و طیف جاگیریں و عطیات حسب حالت دئے گئے پھر کیا تھا اس شرک زار سہ میں تعزیہ کا رواج خوب پھلا پھولا، نوابان اودھ اور ان کے امراء نے سولے کاغذی چاندی کاغذی اور دوسروں نے لکڑی کاغذی، طین کاغذی، گھاس کاغذی کاغذی تعزیہ بنایا اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں روپیہ صرف کیا، تعزیہ کے جلو سوں میں میٹھے ٹھیلوں، تہواروں کا رنگ، ڈھول تانے کا شور، مرد و عورت کا مخلوط اڑدھام، سمع و بصر کے گناہوں کا اہتمام، تعزیوں کے آگے لٹکا پھری کھیلنے کے اکھاڑے ہوتے ہیں۔ بعض تعزیوں میں شیبہیں رکھی جاتی ہیں۔ جس پر شیوہ مولف ”مجاہد اعظم“ نے بھی سخت احتجاج کرتے ہوئے لے حرام بتایا ہے۔ جنوبی ہند میں جو عرفات ہوتی ہیں اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

”جس طرح شمالی ہندوستان کے اکثر شہروں میں علم اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح جنوبی ہندوستان کے بعض شہروں خصوصاً حیدرآباد اور بھوپال وغیرہ میں ”نعل صاوب کی سواری نکالی جاتی ہے۔ شاہانِ دکن میں سے (جو شیخ تھے) کسی خوش اعتقاد نے اپنی قبر میں رکھو لے کے لئے کر بلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوائی تھی اتفاقاً اس میں گھوڑے کا ایک بوسیدہ نعل برآمد ہوا اس وقت اس کی نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ یہ سید الشہداء کے گھوڑے کا نعل ہے۔ بعد ازاں اس کی

زیارت ہونے لگی، جلوس کے ساتھ نکالا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ ایک ”نعل صاحب“ کے بدلے سیڑیوں ”نعل صاحب“ بن گئے، حیدرآباد میں ”نعل صاحب“ کی سواری کے ساتھ نہایت ہی مزخرف حرکتیں کی جاتی تھیں بالکل جھولی کا سانگ بنا یا جانا ہے، کوئی رکھ، کوئی بند بنا، تخت رداں پر فوم لٹ کے پرکھا کا سانگ بنائے طبلہ ساز لگی کیساتھ ہوتے تھے، ان خرافات کے بعد بھی مؤلف یہ لکھتے ہیں کہ نہ

”ایک افسوسناک بات یہ بھی ہے کہ تعزیروں کی زیارت کے بہانے مرد اور عورتیں راتوں کو جا بجا پڑے پھرتے ہیں۔ جو ان مرد اور عورت ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، بدن سے بدن، گندھے سے گندھے رگڑے جاتے ہیں۔ نامحرموں کی نظر عورتوں پر پڑتی ہے۔ اسپس میں تاکے جھانک کا موقع ملتا ہے۔ خصوصاً تعزیر کے پاس جہاں روشنی زیادہ ہوتی ہے، اسٹکھ، ٹاک اور بدن کی خوبصورتی بد صورتی اچھی طرح نظر آتی ہے۔ بعض غیرت دار مرد اپنی عورتوں کو خود ہی ساتھ لے پھرتے ہیں۔“

ان شیعہ مولف کو بھی اعتراف ہے کہ تعزیر داری ایک لٹوکھیل تما شہ بن کر رہ گئی ہے۔ جاہل سنی بھی تعزیر داری میں ایسی ایسی مذموم حرکتیں کرتے ہیں جو شرک کو پہنچ جاتی ہیں۔ کسی لے تعزیر کے روح و جسم کا یوں نقشہ کھینچا ہے کہ

تعزیروں کی جگہ ہٹ جاہلوں کا مدعا  
مشعلوں کی روشنی ہتھاپو کی وہ ضیا  
اور وہ یالیتنی کنت معہم کی صدا  
وہ شب غم جس میں مخفی لطفِ روحیہ کا  
سانگ وہ بہرہمیوں کی دنگلوں کی دھوم دھام  
ہر قدم پر لغز ہائے یا علیٰ و یا اسام

لے بعض شیدائیانِ حین یہ لہرے لگاتے ہیں، لے کاش میں آپ کی معیت میں ہوتا۔

دہ سیلوں کی نمائش جھنڈیوں کا کھٹکا  
 کوئے کوئے مٹے جن میں نہ ترتبت  
 جلوہ گر مصنوعی پنچ شاہِ مردان کا جدا  
 اور وہ تماشائے دل زنت پیکر کربلا

بھس اڑانا سر پہ اور روزانہ بردستی کا وہ

اور نمونہ مشتے بازار جنگ کی ہستی کا وہ

نام کی ہوتی ہے عشرہ میں نیز اکثر  
 ہے کہیں روٹی کہیں کھڑے کہیں لٹی کھیر  
 مجلسیں کرتے غزاداری کے ہیں اکثر کھیر  
 بٹے ہیں خوش تنگدستی محرم کے فقیر

پہنتے ہیں لوگ اکثر جاہلانے سبز رنگ

ہوتی ہے گت کا پھری ہفت کی مصنوعی

مجلسوں میں نوح و نوحہ لہجے عربیہ ہی دھوم  
 پاک دامن غولوں کا کھیلو ہر جاہل و مجوم  
 وہ محرم کے سپاہی فوج شام و روم  
 اس سر سے اس سر تک سبز کوبی بالعموم

اور تماشا گاہ عالم تعزیر داروں کے گھر

چلتے ہیں فالوس رتی ہے شمع با چشم تر

بالسک و دھانچہ تیرے کاغذی ہو پیر  
 تعزیر کہتے ہیں اس کو سب یہاں دروہن  
 جانکر روز شہید کربلا کا نیک تنے  
 پوجتے ہیں وہ ہی جبکہ لقب بیت شکن

اشرف المخلوق اور خیر الامم ہے کیا غضب

مانتے ہیں منتیں اور مانتے ہیں اس کو ربے

اور بھی رسمیں بہت سی ہندو پاکستاں میں  
 اعتراض آتا ہے جس اور ظل ایماں میں  
 ہے حدیثوں میں فرمت جہی اور قرآن میں  
 جن سے بڑھ لگتا ہے اسلامیوں کی شان میں

ہیں بری بنیاد مذہب کے لئے جو مثل سیل

کلہ گولیوں میں ہو میں راگِ جہالت کے کھیل

تعزیر داری کو پیشرو ایمان دین و علمائے و مفتیان شرع متین نے اپنے فتوؤں میں  
 اسی بنا پر تو ناجائز اور حرم بتایا ہے کہ یہ لہو و لعب ہونے کے علاوہ فسق و فجور اور شرکے  
 و بدعت سے خالی نہیں اور اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کے سرسبز خلاف ہے۔

اسلام زندہ مذہب ہے اور زندہوں کی دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات کے لئے آیا ہے مردوں پر رونا پھینا اس کا شعار نہیں۔ تعزیر اور تابوت کو حضرت حسینؑ کی قبر اور روضہ کی نقل جو تیا جاتا ہے۔ شیعوں کے ممتاز مجتہد ابن بابویہ کی مشہور کتاب سے من لایضیٰ الفقید کے باب المنوار رضہ میں حضرت علیؑ کا یہ ارشاد درج ہے کہ من جدد قبراً او مثلھا لا فقد خرج عن الاسلام (یعنی جس نے کسی نئی قبر بنائی یا قبر کی نقل بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) تعزیر و تابوت بھی قبر کی نقل ہے۔ حضرت علیؑ کے مققد تعزیر داروں کو اس فعل سے تائب ہو کر اپنے ایمان کی غیر منافی چاہیے۔

## خلاصہ کلام

تاریخی حقائق اور شیعہ و سنی مصنفین کے متفقہ بیانات سے بدرجہ یقین ثابت ہے کہ حادثہ کربلا کے تین سو برس بعد تک ماتم حسینؑ نہ ان کے ہاشمی و قریشی خاندان میں کبھی منا گیا اور نہ مکہ و مدینہ اور ملک عرب میں کہیں اس کا وجود تھا اور نہ خود عراق میں ماتم حسین اور عبید غدیر رسموں کی ایجاد اور ابتداء ایرانی تزار و زریہ سلطنت امیر الامراء معزالدولہ نے لکھ کر ہمیں اپنی سیاسی مصلحتوں سے بغداد میں کی تھی، دیگر مؤرخین کے بیانات کی طرح جو پہلے نقل ہو چکے ہیں 'دی رینا سنس آف اسلام' کے مؤلف کا بھی یہی بیان ہے کہ معزالدولہ امیر الامراء نے حکم دیا کہ دسویں محرم کے دن بغداد کے سارے بازار بند ہوں، قصاب بھی اپنی دکانیں بند رکھیں، نان بائی کھانہ نہ پکائیں، حوض پانی سے خالی کر دینے جائیں، گھر سے اور مٹھے اوندھے کر دینے جائیں، عورتیں بال بکھرے، ہاتھ سے سیاہ کئے پھٹا بوسیدہ لباس پہنے، ماتم پٹی ماتی ماتم حسین کرتی بازاروں کا چکر لگائیں، ماتم کی یہ نوعیت ہی عجمی ذہنیت کا ثبوت ہے۔ عورتوں کے سولے مردوں کے ماتم و سینہ کو جی کا ذکر نہیں اور نہ تابوت و تعزیر و دلدار کا ظاہر ہے

کہ حرم کی دوسری مہر و ہجر رسوں کا ہر در زمانہ وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا۔ ضمناً پہلے  
 ذکر اچھا ہے کہ مہزالدولہ فوجی قوت سے عباسی خلافت کے خاتمہ کرتے کا قصد کر رہا  
 تھا، اپنے ایک مشیر کے سمجھانے سے یا قدامتوں نہ کر سکا۔ لیکن فروغ شیعیت کے  
 متعدد اقدامات سے ایک زبردست حزب مخالف کی تنظیم کر دی اس کے  
 اور اس کے جانشینوں کے زلزلے میں لہور مہدی کے بارے میں غیبتِ صفوی  
 و غیبتِ کبریٰ کا تعین بھی کیا گیا اور اپنے ائمہ کا نام لے کر کہا گیا کہ وہ ظاہر ہو کر شیعوں  
 کی حکومت قائم کریں گے۔ مہزالدولہ کے بڑیہ خاندان کے اقتدار کا خاتمہ تو ایک  
 صدی میں ہو گیا تھا۔ لیکن "ماتم حسین" اور "عہد فدیر" وغیرہ رسوں کے ذریعے  
 جس تحریک کی بنیاد اس کے زلزلے میں پڑ گئی تھی۔ تقریباً دو صدی بعد مؤید الدین  
 علقمی آخری وزیر خلیفہ عباسی اور مشہور شیعہ فاضل محقق نصیر الدین طوسی وغیرہ نے  
 تاتاری کفار سے سازش کر کے ساتویں صدی ہجری میں اکثر اسلامی سلطنتوں اور  
 عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اہل سنت کی اسلامی سلطنتوں کی بنیاد ہی اور  
 بعد میں صفوی حکومت کے قائم ہونے کو غالی فرقے نے مہدی و قائم آلِ حسین کے  
 تصرفات کا نتیجہ بتایا ہے جسے یوں نظم کیا گیا ہے ۵

بہ صغر نکلیں گے مہدی دین      ظہوران کا ہو گا البدر و زمین  
 امام زماں قائم آلِ حسین      جو شیعوں کو دیں گے حکومت کا مہین  
 مٹائیں گے شوکت وہ عباسیوں کی  
 انہی سے حکومت وہ برباد ہوگی  
 لگانا ہے اس کا اگر کھوج یارو      پتا ساتویں ہی صدی میں لگاؤ  
 زوال آلِ عباس کا ڈھونڈ لے ہو      تو چشم یقین سے ہلا کو کو دیکھو  
 جو علامہ طوسی اور علقمی کی

تبرہ کن تھی سازش زمانہ میں مخفی

ہلاکو کو بغداد میں کھینچ لائی      قیامت ایک اسلام و مسلم پر ڈھائی  
بلا ناگہانی خلافت پہ آئی      رزا علی ہمدانی سے جس کی خدائی

عرض جس کے ذریعے یہ حالت ہوئی ہے

امام اور ہمدانی وقایم وہی ہے  
یہ لکھتے ہیں خود جو مؤرخ ہیں      کہ مخفی رہا علقمی کا عقیدہ  
بس اکیس سال اس نے کر کے لقبہ      خلیفہ پر اپنا جمایا تھا سکہ

محقق مشیر علا کو ہوئے جب  
تو سمجھے حدیث ائمہ کا مطلب

شیعہ سنی تنازعہ کی نوعیت اصلاً سیاسی امور سے متعلق رہی ہے، حضرت  
معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفیوں میں پھر ہل چل چھی اور حضرت حسینؑ کو  
ھصول خلافت پر آمادہ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کر کے لے، انہیں تو خط بھیجا  
اس کا مضمون ناسخ التواتر بن کے شیعہ مؤرخ کے علاوہ ابن کثیر نے بھی یہ لکھا ہے۔

اما بعد! باغ و بوستان سر سبز ہو گئے      اما بعد! فقد اخضرت  
ہیں، میوہ بھل تیار ہیں، زمین میں      الجنان و اینعت الثمار لطمت  
سبزہ آگ آیا ہے اب موقع ہے کہ آپ      الحمام فاذا شدت فاقدم علی  
اس فوج و لشکر کی جانب تشریف      جنذ لك مجددة والسلام

علیک : لے آئیں، جو آپ کی ہر خدمت کے موجود و مستعد ہے۔

خطوط کے علاوہ بہت سے کوفی بھی ان کے پاس آئے۔ حضرت  
حسینؑ کو چونکہ طلب خلافت کا خیال پہلے ہی سے تھا۔ ہر چند آپ کے  
عزیزوں خیر خواہوں نے سمجھایا کوفیوں کی تلویٰ مزاجی اور غدارمی کے واقعات

سے آگاہ کیا۔ مگر آپ کو کوفیوں کے مواعید کا پورا یقین ہو گیا تھا کسی کی بات نہ مانی بلکہ وہ ہی بات پیش آئی جس کا خطرہ ان کے چچا حضرت عبداللہ بن عباس، ان کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، حضرت عبداللہ بن عمر اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھا۔ کوفی غداری نہ کرتے اور آپ کو فتنے پہنچ کر اس فوج و لشکر کے ساتھ جن کا ذکر مندرجہ بالا خط میں ہے۔ خلیفہ وقت کا مقابلہ کرتے فتح مند ہو کر اپنی خلافت قائم کر لیتے مگر کوفیوں کی غداری سے معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ یہ آپ کی طینت کی برکت تھی کہ اثنائے راہ میں صورت حال کا صحیح جائزہ لے کر کوفہ کے راستے سے پلٹ گئے۔ طلب خلافت کا خیال ترک کر کے خلیفہ وقت کی بیعت کرنے کیلئے جوان کے عزیز قریب بھی تھے کہ بلا پہنچے تھے کہ ان کے ساتھ ساٹھ کوفیوں ہی نے بغاوت پر آمادہ کرنے کی سزا میں اپنے سر تسلیم ہوتے دیکھ کر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ہنگامہ برپا کر کے ظلماً و غدراً شہید کر دیا۔

حضرت حسینؑ کے اس المناک واقعہ کو شیعوں مصنفین خصوصاً مقتل حسینؑ کے مؤلف ابو مخنف نے جس کو ائمہ رجال نے کذاب کہا ہے انتہائی غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور ان کی شہادت کو تمام شہداء اسلام سے افضل بتایا ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں جو یہ فرمایا ہے۔ لَا يَسْتَوِي هُنَّ حَمَلٌ أَنْفَقَ ۖ أَلَيْسَ تَوْحًى هُنَّ حَمَلٌ ۖ أَلَيْسَ تَوْحًى هُنَّ حَمَلٌ ۖ أَلَيْسَ تَوْحًى هُنَّ حَمَلٌ ۖ اور جاہل دہے چکے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہے، بمقابلہ ان کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خردی کیا یا جانیں دیں،

اب جس شخص کا ایمان قرآن پر نہ ہو وہ البتہ حضرت حسینؑ کو سید الشہداءؑ کہہ سکتے ہیں۔ ان کی شہادت قتل فی سبیل اللہ کی نہ تھی، جیسا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے نواسے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ وہ دین کی حمایت میں کفار سے لڑ کر شہید ہوئے تھے قتل فی سبیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شہید کے قاتل اور مقابل کفار ہوں اور یہ لڑائی دین کی حمایت و نصرت میں ہو، خالص رضائے حق کی نیت سے ہو اور اس راہ میں قدم اٹھانے کے بعد ارادہ اور رائے میں تبدیلی نہ ہو۔ واپسی کے لئے پیچھے قدم نہ اٹھائے اور نہ مقابل سے واپسی کے لئے شرطیں کرے۔ اب عدل و دیانت سے ٹھوس تاریخی واقعات کو عقل و امانت سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ کا اقدام نہ کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تھا۔ نہ نصرت اسلام کیلئے نہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا۔ کوفیوں کے فریب میں آکر محض طلب خلافت کے لئے تھا، جو لوگ ان کی شہادت کو جو کوفی بد معاشوں کی غداری سے ہوئی قتل فی سبیل اللہ کہتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ حضرت حسین کو جہاد فی سبیل اللہ سے روگردانی کرنے والا اور مفروضہ دشمنان دین سے واپسی کی اجازت مانگنے والا ظاہر کر کے ان کی حمیت دینی پر کیا الزام عائد کر کے درپے ہیں۔ ان کی شہادت میں من قتل دون عطلۃ سے یعنی کوفیوں کی غداری سے ہوئی تھی۔ ان کی موت کے ان حالات میں جو جہاد مؤرخین نے کم و بیش لکھے ہیں، ان کی شہادت کو ذبح عظیم کہنا قرآن مجید کی تخریف ہے۔ عقیدت کے اندھے جو شش میں اور شدت مبالغہ اور شاعرانہ جدت طرازی سے ایک غالی شیعہ معین الدین کاشانی کی اس مہل رباعی کو بہت اچھا لاجاتا ہے یعنی ۵

شاہ است و حسین و بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین سردار و نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لالا است حسین

اس رباعی کچھ ہونے کی پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت حسینؑ نہ کہیں کے بادشاہ تھے شہنشاہِ حکومت کی خواہش ضرور کی مگر ناکام رہے۔ کسی نبی کی شخصیت بھی دین نہیں ہوتی۔ وہ دین لانے والا ہوتا ہے۔ نہ کہ دین پناہ خلیفہ وقت و امام کی بیعت میں داخل ہونا، از روئے شریعت ہر مسلمان پر واجب تھا اور آپ بھی بیعت کرنے کی غرض سے براہِ کربلا دمشق جا رہے تھے۔ چونکہ مصر و انتہائی لغو اور حضرت حسینؑ کی محترم شخصیت پر اتہام ہے۔ یعنی اس احمق شاعر نے ان کو لا الہ کی بنا یعنی انکار خدا کی بنا بتایا ہے۔ لا الہ کے ساتھ لا الہ نہ کہنے سے منکر خدا ہونے کا اتہام معاذ اللہ تم معاذ اللہ کس حماقت و بیہودگی سے عائد کر رہا ہے۔ لا الہ الا اللہ کی بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقیدے کی بنیاد تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ آپ کی ہی ۲۳ سالہ تبلیغ سے دین اسلام پھیلا۔ یا پھر آپ کے والدین معہ ۳۱۳ بدری صحابی لا الہ الا اللہ کی بنیادیں جن کے بارے میں آپ نے سز سجد ہو کر بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا تھا کہ اگر یہ ۳۱۳ بندے فنا ہو گئے تو یا اللہ پھر روئے زمین پر تیری پرستش کبھی نہ ہوگی، یہ درخواست آپ کی قبول ہوئی۔ بت پرستوں کو شکست ہو کر وحدت کا ڈنکا بجایا۔ اس وقت تو حضرت حسینؑ کا اس عالم میں وجود تو درکنار ان کے والدین کی شادی تک بھی نہیں ہوئی تھی یا پھر بعد وفات نبوی فتنہ ارتداد کا قلع قمع کر کے دینِ واحدانیت کی جڑیں مضبوط کرنے والے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد کبھی جاسکتے ہیں۔ یا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن مجید کو ایک قرأت پر محفوظ کر کے دین کو تحریف سے بچالیا۔

اس پہلے رباعی کو مماثلت اسی سے شاہ معین الدین چشتی اجمیری سے منسوب کرنا اور پھر لغو ہے اول تو شاہ صاحب موصوف کو شعر و شاعری سے کبھی واسطہ نہ تھا، جو دیوان ان سے منسوب ہے مقالات شیرانی میں غایت تحقیق سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ غلط منسوب ہے۔ حضرت حسین کے بارے میں جو شہر عقیدت میں اس درجہ غلو آپ کی اور آپ کی نسل کے ان اشخاص کی سیاسی ناکامیوں کی پردہ پوشی ہے، کے لئے ہے، جنہوں نے حصول خلافت کے لئے کئی صدیوں تک خرد و رخ کئے تھے اور تقدیر الہی سے ناکام رہے تھے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

”در عنایت انبی مقرر بود کہ پیچگاہ حضرت علی مرتضیٰ و اولاد او تان  
 او ان قیامت مقصود نشوند و پیچگاہ خلافت ایشان علی و بہا صورت نگردد“

محمود احمد عباسی

۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء

اسو ماٹ کمرم - ۲۰





۲۵/۰	سیدنا علیؑ ، عبدالرؤف فاروقی ۴/۵۰	رفقاہ نبوی	محترم جعفر شاہ صاحب پھلواری
۳۵/۰	الوشیعیہ ، مصنف موسیٰ جارائسہ ، مترجم محترم جعفر شاہ پھلواری		
۴۵/۰	کتاب المعارف ، مصنف ابن قتیبہ ترجمہ سلام اللہ صدیقی		
۴/۵۰	اسلامی حکومت کی کہانی خمینی کی مودودی کی زبانی ، مفتی عبدالقدوس رومی		
۱۰/۰	تصوف کی حقیقت ، ثناء الحق صدیقی ۱۰/۰	مسئلہ ولی عہدی ، ادیس ہاشمی	
۶/۰	اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش پر وفسیر پروفیسر سلیم چشتی		
۸/۰	الغلاب ایران اور اس کی اسلامیت	محترم عتیق الرحمن سنبلی	
۲۰/۰	شہادتِ ذوالنورین	حکیم فیض عالم صدیقی	
۲۰/۰	بنات الرسول	" " "	
۵۰/۰	ٹیپو سلطان شہید	" " "	
۲۰/۰	مکاتب علی و معاویہ	اسحاق اسحاق قلبی	
۶/۰	اسلام میں تصوف نہیں	ایم جے آغا خان	
۱۰۰/۰	تحقیق عمر عائشہ صدیقیہ	محترم حکیم نیاز احمد	
۶۲/۰	روایت افک اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقیہ	" " "	
۴/۰	حقیقی اہل بیت	قاری طاہر الملکی	
۲۰/۰	ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ	محترم قمر احمد عثمانی	
۸/۰	کنز الایمان ایک الٰہدیت کی نظر میں	سعید بن عزیز	
۴/۰	وفات الانبیاء	" " "	
۸/۰	سیدنا ابوبکر صدیقؓ	ابوالحسین محمد عظیم الدین صدیقی	
۸/۰	ارشادات اکابر	" " "	
۲۲/۰	حیات سیدنا یزیدؓ	" " "	
۱۰/۰	شہید کربلاؑ و یزیدؓ	ابوصہیب رومی مہجلی شہری	
	ایکسرے رپوٹ	مفتی عبدالقدوس رومی	